جلد 3 شمارہ 3 مئی 2001ء محرم 1422ھ

(الرعد)

نَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ ط اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ

دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک
روں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔

اللہ

المگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

ہنامہ

فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ماہنامہ
آدمیت
گوجرانوالہ
فلاح

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 3 شمارہ 3 مئی 2001ء محرم 1422ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی — شعبہ سرکولیشن وحید احمد

مجلس ادارت

محمد مرتضیٰ توحیدی، ایم محمد اکرم، پروفیسر منیر احمد لودھی، ایم محمد طالب
ڈاکٹر عبدالرشید وقار، محمد صدیق، سید عاشق حسنین مرتضیٰ شاہ بخاری
مولانا حافظ بشیر احمد

قیمت ———— -/15 روپے   سالانہ فنڈ ———— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
عبدالقیوم ہاشمی
تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519
E-mail: toheddia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

برادران سلسلہ! جیسا کہ آپ سب بھائی جانتے ہیں کہ ہمارا مجلّہ "فلاح آدمیت" گزشتہ 3 برس اور 8 ماہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اس مجلّہ کے ذریعے ہمارے سلسلہ کی منفرد تعلیمات کی بھرپور عکاسی ہو رہی ہے۔ ہمارے مجلّہ میں جتنے بھی مضامین شائع کئے جاتے ہیں وہ خصوصی طور پر اسلامی سوچ اور فکر کو پروان چڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ صرف انہی آرٹیکلز کو مجلّہ میں جگہ دی جاتی ہے جن سے مسلمانوں میں محبت واخوت اور اتحاد باہمی کو فروغ حاصل ہو۔

آپ سب بھائیوں سے گذارش ہے کہ سلسلہ کی تعلیمات کے تعارف کے لئے اپنے دوست احباب کو مجلّہ پڑھنے کے لئے دیں تاکہ ہمارے سلسلہ کا تعارف وسیع سے وسیع تر ہو جائے۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے ہی پاکستان کی اہم اور بڑی لائبریریز میں مجلّے ارسال کر رہے ہیں۔ ہم اپنے سلسلہ کی تعلیمات کو Internet پر متعارف کروانے کا بھی مصمم ارادہ رکھتے ہیں تاکہ حقیقی اسلامی تصوف کے متعلق زیادہ سے زیادہ لوگ آگاہ ہو سکیں۔ مجلّہ فنڈ کی صورت حال کو بھی بہتر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں جن بھائیوں نے اس سال کا مجلّہ فنڈ ادا نہیں کیا وہ مجھے جمع کروا دیں۔

الحمدللہ مجلّہ کی رکنیت پہلے سے بہتر ہے اور اسے مزید بہتر کرنے کے لئے تمام بھائیوں کا مزید تعاون درکار ہے۔ آپ ہمیں اپنے دوست اور عزیزوں کے ایڈریس ارسال کر دیں تاکہ ہم انہیں کچھ عرصہ کے لئے اعزازی کاپیاں بھیج دیں۔ پرانے مجلّے جلد کرا کے دوست احباب کو پڑھنے کے لئے دئے جاسکتے ہیں اگر کسی بھائی کو مجلّہ موصول نہ ہو تو ہمیں اطلاع کر دیں اور مکمل ایڈریس دوبارہ لکھ بھیجیں۔ جب بھی کسی بھائی کے ایڈریس میں کوئی تبدیلی ہو تو بھی ہمیں مطلع کر دیں۔

ہمارے بزرگ بھائی بخوبی جانتے ہیں کہ نئے آنے والے بھائی بانی سلسلہ" کی زندگی کے

پر حکمت واقعات و ارشادات سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "مجالس فقیر" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضامین سب سے زیادہ پسند کئے جارہے ہیں۔ اس ضمن میں قبلہ صاحب اور آفتاب خاں صاحب کے علاوہ کسی بھی پرانے بھائی نے ہمیں تحریری مواد فراہم نہیں کیا۔ آپ بزرگ بھائیوں کو اس سمت میں ضرور کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے نہ صرف بانی سلسلہ "کی روشن حیات کے متعلق معلومات ملتی ہیں بلکہ سلسلہ کی سوچ اور مقصد کی بھی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔

پرانے بھائی اس سلسلہ میں ہمت کر کے قلم اٹھائیں ان کی نوک پلک ہم خود درست کرلیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سب بھائی سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کی نشرو اشاعت کے لئے ہر طریقہ سے بھرپور تعاون فرمائیں گے۔ شکریہ

والسلام
عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

(قاضی حلیم فضلی)

نفس پر غلبہ کیسے ممکن ہے؟

و نفس وما سواها فالهمها فجورها و تقواها قد افلح من زكاها وقد خاب من دساها(سورۃ الشمس ۷ تا ۱۰)

"اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا' پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً' فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا"

اور اسی کی طرف رسول اللہ ﷺ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تعرض الفتن على القلوب كالحصير عودا عودا فايما قلب اشربها نكت فيها نكته سودا وايما قلب انكرها نكت فيها نكته بيضاء حتى نصير على احد قلبين على ابيض مثل الصفاة فلا تضره فتنه والاخر اسود مربادا لا يعرف معروفا ولا ينكر منكرا

"فتنے دلوں پر چٹائی کے تنکوں کی طرح ایک ایک کر کے گرتے ہیں۔ جو دل اسے قبول کر لے اس پر ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دل اس کو رد کر دیتا ہے اس پر سفید نکتہ لگ جاتا ہے حتی کہ دلوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک سفید شفاف پتھر کی طرح جس کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکتا' دوسرا سخت سیاہ دل جسے نیکی اور بدی کا شعور ہی نہیں رہ جاتا"

نفس کی جنگ کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

(1) پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی خواہشات ان پر غالب آ چکی ہوتی ہے یہ لوگ زمین سے چپکے رہتے ہیں' سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے یہ لوگ کافر ہیں اور جو بھی ان کی پیروی کرے گا' ان کے نقش قدم پر چلے گا اور اللہ کو بھول جائے گا اللہ اس کو اپنا نفس بھلا دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں کہتا ہے۔

افرايت من اتخذ الهه هواه واضله الله على علم و ختم على سمعه و قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهليه من بعد الله افلا تذكرون (الجاثیہ 23)

"پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟"

(2) دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کو قابو کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں کبھی یہ اپنے نفس پر غالب ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کا نفس ان پر غالب آجاتا ہے، غلطی سرزد ہوتی ہے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور اگر نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں تو ندامت محسوس کرتے ہوئے استغفار کرتے ہیں۔

والذین اذا فعلوا فاحشہ اوظلموا انفسھم ذکروالله فاستغفروا لذنوبھم ومن الذوب الا الله ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون (سورہ آل عمران 135)

"اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً" اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی مانگتے ہیں، کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو، اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیئے پر اصرار نہیں کرتے اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون (احمد والترمذی)

"ہر انسان خطاکار ہے اور خطاکاروں میں سے بہتر لوگ توبہ کرنے والے ہیں"

اس سلسلے میں وھب من منبہ کہتے ہیں! ایک دفعہ ابلیس کی حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت یحیی علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے نزدیک آدم کے بیٹوں کی کتنی قسمیں ہیں؟ ابلیس نے کہا۔ ایک قسم آپ کی طرح معصوم ہے جن کے سامنے ہم بے بس ہیں اور دوسری قسم ہمارے لئے ایسی ہے جیسے آپ کے بچوں کے ہاتھوں میں گیند ہوتی ہے، ان پر ہمیں زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا، تیسری قسم باقی دو قسموں کے مقابلے میں بہت مشکل ہے، ہم اس قسم کے لوگوں کی طرف بڑھتے ہیں اور یہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن یہ لوگ فوراً" استغفار کر کے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہمارے کیئے کرائے کام پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ نہ ہم مایوس ہوتے ہیں اور نہ ہی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

نفس کے ساتھ جنگ میں کامیاب ہونے کے لئے بنیادی چیزیں!

(الف) دل، جب تک وہ زندہ، نازک، صاف، مضبوط اور روشن ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ نے فرمایا۔

ان اللہ تعالی فی ارضہ آنیہ ھی القلوب فاحبھا الیہ تعالی ارقھا واصفاھا واصلبھا ثم فرھا فقالہ اصلبھا فی الدین واصفاھا فی الیقین وارقھا علی الاخوان۔ وقولہ (قلب المومن اجرد فیہ سراج یزھرو قلب الکافر اسود منکوس) (احمد و الطبرانی)

دل اللہ تعالیٰ کی زمین پر پیالے کی مانند ہے، اللہ تعالیٰ کو ان میں سے سب سے محبوب وہ دل ہے جو نازک، صاف اور مضبوط ہوتا ہے پھر انھوں نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا مضبوط دین میں، صفائی یقین میں اور نرم و نازک بھائیوں کے ساتھ ہونا چاہئے۔

اور یہ بھی فرمایا۔

مومن کا دل صاف ہے۔ اس میں دیا ہوتا ہے جو روشنی دیتا ہے اور کافر کا دل کالا اور پلٹا ہوا ہوتا ہے۔

اور قرآن پاک مومنین کے دلوں کا حال یوں بیان کرتا ہے۔

الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا (الانفال 2)

"جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے"

دوسری طرف قرآن مجید کافروں کے دلوں کی تصویر یوں کھینچتا ہے۔

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصلور (الحج 46)

"حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں آندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا (سورہ محمد 24)

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں"؟

(ب) عقل! عقل سے مراد وہ قوت فہم ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کو سمجھنے والی ہو اور ایسے علوم حاصل کرلے جس سے اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی عظمت و قدرت کو پہچاننے کی صلاحیت ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء (سورہ فاطر28)

"بے شک اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں"

اس نعمت کی قدر و قیمت کی طرف رسول اللہ ﷺ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ماخلق اللہ خلقا اکرم علیہ من العقل (رواہ الترمذی)

"عقل اللہ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ فضیلت والی چیز ہے"

اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کی طرف متوجہ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

اذا تقرب الناس الی اللہ تعالی بانواع البر فتقرب ان بعقلک

"اگر لوگ نیکی کی مختلف قسموں سے اللہ کے قریب ہوتے ہیں تو تم اپنی عقل سے اللہ کے قریب ہو"

اور یہ بھی فرمایا۔

مااکتسب رجل مثل فضل عقل یھدی صاحبہ الی ھدی ویردہ عن ردی (اخرجہ المجر)

"کوئی آدمی عقل سے زیادہ اچھی چیز نہیں کما سکتا' یہ اس کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہے اور ہلاکت سے اسے دور رکھتی ہے"

اسی لئے اسلام نے انسان کو علم و معرفت اور دین کو سمجھنے کی ترغیب دی تاکہ وہ عقل' نیکی' بدی اور حق و باطل کے درمیان فرق کی تمیز کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

"جس کے ساتھ اللہ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے"

اور فرمایا

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی (اخرجہ الترمذی)

"عابد پر عالم کو ایسی فضیلت ہے جیسے میری فضیلت میرے صحابہ میں سے کم تر آدمی پر ہے"

یہ سب اس لئے کہ عقل کی بہت قدر و قیمت ہے اور اس کا ایمان کو مضبوط کرنے میں اور انسان کو کائنات کے حقائق سے متعارف کرانے میں بہت اثر ہے۔

مومن کی عقل سمجھنے والی عقل ہوتی ہے وہ خیر اور شر' حلال اور حرام' معروف اور منکر کے

درمیان فرق کرسکتا ہے 'کیونکہ وہ اپنی فہم وادراک کی بناء پر باریک چادر کے پیچھے سے اللہ کے نور کو دیکھتا ہے۔

عقل کی روشنی کو اگر کوئی بجھانے والی چیز ہے تو وہ ایسی نافرمانی ہے جس پر انسان قائم رہے اور اس کا اعلان کرتے رہے اور اس سے توبہ نہ کرے۔ یہ بات ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہے۔

من قارف ذنبا فارقه عقل لا يعود اليه ابدا الم يعرف له اصل

"جو گناہ کرتا ہے اس کی عقل اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور کبھی واپس نہیں لوٹتی"

اور یہ بھی فرمایا۔

لولا ان الشياطين يحومون على قلوب بنى آدم لنظروا الى ملكوت السموات والارض (مسند احمد)

"اگر شیاطین انسانوں کے دلوں کے گرد نہ گھومتے تو ان کو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی نظر آ جاتی"

حضرت انس بن مالک ؓ نے فرمایا۔

لما دخلت على عثمان رضى الله عنه و كنت قد لقيت امراه فى طريقى فنظرت اليها شزرا و تاملت محاسنها فقال عثمان لما دخلته يدخل احدكم واثر الزنا على عينيه اما علمت ان زنا العينين النظر؟ لتتوبن اولا عزرنك فقلت اوحى بعد النبى ؟ فقاله لا ولكن بصيره وبرهان وفراسته صادقه

حضرت انس ابن مالک ؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں عثمان ؓ کے ہاں جارہا تھا کہ راستہ میں میں نے ایک حسین عورت کو غور سے دیکھا تو عثمان ؓ نے فرمایا۔ بعض لوگ آتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے 'کیا تمہیں پتہ نہیں کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہوتا ہے؟ تم توبہ کرلو ورنہ تم کو سزا ملے گی۔ میں نے پوچھا کہ رسول ﷺ کے بعد بھی وحی نازل ہوگئی ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ یہ بصیرت اور سچی فراست ہے۔

نفسیاتی شکست کے نمایاں پہلو

جب انسان کا دل مرجائے یا سخت ہو جائے اور جب اس کی عقل کی روشنی ماند پڑ جائے یا وہ

گمراہ ہو جائے اور جب شیطان سے شکست کھا چکے تو برائی کے لئے اس کے نفس کے دروازے کھل جاتے ہیں، خاص طور پر جب یہ معلوم ہو کہ شیطان انسان کے اندر ایسے گردش کرتا ہے جیسے خون جسم کے اندر۔

جب انسان کے اندر قوت مدافعت ختم ہو جاتی ہے تو وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله (المجادلہ 19)

"شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد ان کے دل سے بھلا دی ہے"

اور اسی معنی کی طرف دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قال فبما اغویتنی لا فعلن لهم صراطک المستقیم ثم لا تینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم (سورہ الاعراف ۷:۱۶'۱۷)

"ابلیس نے کہا! اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔ ان کو آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف سے گھیروں گا"

یہ جنگ ہار جانے والوں کو سب سے زیادہ خطرناک بیماری وسوسہ کی لاحق ہوتی ہے، جب شیطان ان کی زندگی کے ہر معاملے میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اسی سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

ان الشیطان قعد لا بن بطرق ---- فقعدله بطریق الاسلام۔ فقاله اتسلم و تترک دینک و دین آبائک ؟ فعصاه واسلم ---- ثم قعدله بطریق الهجرة فقاله اتهاجر؟ اتدع ارضک و سماک؟ فعصاه و هاجر' ثم قعدله بطریق الجهاد فقال اتجاهد و هو تلف النفس والمال فتقاتل و تقتل فتنکح نساوک و یقسم مالک؟ فعصاه و جاهد --- ثم قال الرسوله فمن فعل ذلک فمات کان حقا علی الله ان یدخله الجنه (اخرجہ النسائی)

"شیطان انسان کو بہکانے کے لئے مختلف راستوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم اسلام قبول کر کے اپنے اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑ دو گے؟ پس انسان اس کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تم ہجرت کر کے اپنی زمین اور آسمان چھوڑ دو گے، پس وہ اس کی بات نہ مان کر ہجرت کر لیتا

ہے۔ پھر شیطان جہاد کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کیا تم جہاد کرتے ہو جس میں نفس اور مال کا ضیاع ہے' لڑتے ہو اور مارے جاتے ہو' اور تمہاری عورتوں سے کوئی اور نکاح کرتا ہے اور تمہارا مال تقسیم ہو جاتا ہے' پس وہ اس کی بات نہ مان کر جہاد کرتا ہے۔ پھر رسول ﷺ نے فرمایا۔ پس جس نے ایسا کیا اور مر گیا تو اس کا اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے"

اس سلسلہ میں شیطان اور بنی اسرائیل کے راہب کی کہانی کا مطالعہ کیا جائے تو بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں آتا ہے۔

کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین (سورہ الحشر61)

"ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں' مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے"

شیطان سے بچنے کے طریقے

اسلام نے انسان کو بہت سی چیزوں سے مسلح کیا ہے تاکہ وہ شیطانی حملوں کا سامنا کر سکے اور اپنے سب سے بڑے دشمن کو شکست دے سکے۔ ایک بزرگ نے ان چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا میں نے سوچا کہ شیطان کس دروازے سے انسان پر حملہ کرتا ہے تو پتہ چلا کہ یہ دروازے دس ہیں۔

پہلا۔ بدگمانی۔ میں نے اس کا مقابلہ بھروسہ اور قناعت سے کیا۔

دوسرا۔ زندگی سے محبت اور لمبی امیدیں۔ میں نے ان کا مقابلہ موت کے اچانک آنے کے خوف کے ذریعے سے کیا۔

تیسرا۔ آرام اور نعمت طلبی۔ اس کا مقابلہ میں نے اس یقین سے کیا کہ نعمتیں جانے والی چیزیں ہیں اور حساب ہونے والا ہے۔

چوتھا۔ غرور۔ اس کا مقابلہ میں نے اللہ کے شکر اور عاقبت کے خوف سے کیا۔

پانچواں۔ دوسروں کو کم تر سمجھنا اور ان کا احترام نہ کرنا۔ اس کا مقابلہ میں نے دوسروں کے حقوق اور حدود کو سمجھنے اور جاننے سے کیا۔

چھٹا۔ حسد۔ اس کا مقابلہ میں نے قناعت سے اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جانے سے

کیا۔

ساتواں۔ دکھاوا اور لوگوں کی تعریف سننا۔ اس کا مقابلہ میں نے اخلاص سے کیا۔

آٹھواں۔ کنجوسی۔ اس کا مقابلہ میں نے اس سوچ سے کیا کہ جو مخلوقات کے ہاتھ میں ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

نواں۔ تکبر۔ اس کا مقابلہ میں نے تواضع و انکساری سے کیا۔

دسواں۔ لالچ۔ اس کا مقابلہ میں نے اللہ کے سامان پر یقین سے اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیازی سے کیا۔

شیطان کے تیروں سے بچنے کے لئے اسلام نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے کرنی چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ

''مومن کے شیطان کی کافر کے شیطان سے ملاقات ہوئی۔ کافر کا شیطان موٹا اور تگڑا نظر آرہا تھا لیکن مومن کا شیطان دبلا الجھے ہوئے بالوں والا' غبار آلود اور ننگا تھا۔ کافر کے شیطان نے مومن کے شیطان سے مخاطب ہو کر کہا آپ کمزور اور دبلے کیوں؟ اس نے جواباً عرض کیا میں اس آدمی کے ساتھ ہوتا ہوں جو جب کھانا کھاتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے تو میں بھوکا رہ جاتا ہوں اور جب وہ پیتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے تو میں پیاسا رہ جاتا ہوں اور جب وہ پہنتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے تو میں ننگا رہ جاتا ہوں اور جب وہ بالوں پر تیل لگاتا ہے تو اللہ کا نام لیتا تو میرے بال الجھے رہ جاتے ہیں۔ کافر کے شیطان نے کہا۔ میں تو اس آدمی کے ساتھ ہوں جو یہ کچھ نہیں کرتا' میں تو اس کے کھانے پینے اور لباس میں باقاعدہ شریک ہوتا ہوں''

شیطان سے بچنے کے لئے پیٹ بھر کے کھانا اور موٹاپے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے' حلال کا ہو پھر بھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کلواواشربوا ولا تسرفوا (الاعراف 7:31)

''کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو''

اور اس کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔

ان الشیطان لیجری من ابن آدم مجری الدماء فضیقوا علیه المجاری بالجوع

(مسند احمد)

"بے شک شیطان انسان کے اندر ایسے گردش کرتا ہے جیسے خون گردش کرتا ہے' پس اس کی
نالیوں کو بھوک سے تنگ کرو"
شیطان سے بچنے کے لئے اور بہت سارے ذرائع ہیں ان میں قرآن پاک کا پڑھنا' اللہ تعالیٰ کا
ذکر کرنا اور استغفار کرنا اہم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
ان الشیطان واضع خرطومه علی قلب ابن آدم فان هو ذکر الله تعالی خنس وان
نسی الله تعالی التقم قلبه (اخرجه ابی الدنیا)
"بے شک شیطان نے اپنی سونڈ انسان کے دل پر رکھی ہوئی ہے اگر وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو
شیطان بھاگ جاتا ہے اور اگر وہ اللہ کو بھول جائے تو شیطان اس کے دل کو ہڑپ کرلیتا ہے"
شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر موقع پر دل جمعی اور تسلی سے کام لیا
جائے۔ جلد بازی سے پرہیز کیا جائے اور بغیر تحقیق کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔
العجله من الشیطان والتانی من الله تعالی
"جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے اور سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے"
ان سب کے علاوہ بھی بہت سے طریقے' اعمال اور ہدایات ایسی ہیں جو اسلام نے ہمیں بتائی
ہیں جو شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے اور اس کے جالوں سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ۔
ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون (سوره الاعراف
(201:7
"حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا
خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً" چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے
کہ ان کے لئے صحیح طریق کار کیا ہے"

درس حدیث

نفسانی خواہش اور لمبی آرزوئیں

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخوف ما الخوف على امتى الهوى وطول الامل فاما الهوى فيصد عن الحق واما طول لامل فينسى الاخرة

ترجمہ! حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی امت کے بارے میں جن چیزوں کا مجھے خوف ہے ان سب میں زیادہ ڈراؤنی دو چیزیں ہیں۔ نفسانی خواہش اور لمبی آرزوئیں۔ جہاں تک نفسانی خواہش کا تعلق ہے وہ حق بات سے روکتی ہے اور لمبی آرزو آخرت کو بھلادیتی ہے۔(مشکوۃ شریف 'کتاب الرقاق' الفصل الثالث)

اس حدیث میں دو چیزوں کو آدمی کے لئے سب سے زیادہ خوفناک بتایا گیا ہے۔ ایک نفسانی خواہشیں جن میں گرفتار ہوکر انسان کو اچھے برے کی' نیک بد کی' حلال و حرام کی اور حق ناحق کی تمیز نہیں رہتی۔ انسان نفسانی خواہشوں میں گرفتار ہو کر اندھا ہو جاتا ہے اور ہر برائی کر گزرتا ہے۔

دوسرے لمبی آرزوئیں جن کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ہردم انسان نئی سے نئی آرزو کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اور اسے پورا کرنے ہی کو زندگی کا اصل مقصد سمجھنا شروع کردیتا ہے۔ اس کے برعکس آدمی کی بھلائی اسی میں ہے کہ سچی اور ٹھیک بات کی تلاش رہے۔ اور جب وہ ہاتھ لگ جائے تو جھٹ اسے مان لے۔ اور دوسرے اس کی بھلائی اس میں ہے کہ آخرت کے دن کو ہر وقت یاد رکھے اب اگر وہ نفسانی خواہش کے پیچھے پڑ گیا تو اسے سچی اور ٹھیک بات کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور اگر لمبی چوڑی آرزوئیں اور تمنائیں قائم کرلیں تو آخرت کو بھول جائے گا۔ اور موت کے وقت پچھتائے گا اس کے سمجھنے کے لئے ہمیں ان مثالوں پر غور کرنا چاہئے۔

دنیا میں ہر آدمی کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام ہے اور اس کے کرنے کا صرف ایک طریقہ ٹھیک ہے

ور باقی غلط اس کی نفسانی خواہش اسے ٹھیک راستہ سے روکتی ہے اور غلط راستہ پر ڈال دیتی ہے جو آخر تباہی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

ایک سوداگر کا کام یہ ہے کہ لوگوں کی ضرورت کی چیزیں ان کے لئے آسانی کے ساتھ مہیا کرنے کا انتظام کرے۔ گزارے کے قابل نفع لے اور عوام کے آرام کا خیال رکھے۔ مگر اس کی نفسانی خواہش اسے زیادہ نفع لینے پر آمادہ کرتی ہے اور وہ اپنا کام ٹھیک طور پر نہیں کر سکتا۔ حاکم کا کام انصاف کرنا ہے مگر اس کی نفسانی خواہش کہتی ہے کہ رشوت لے اور اس سے انصاف کا خون ہونا لازمی ہے۔ طالب علم کا کام ہے کہ علم سیکھے۔ مگر نفسانی خواہش اسے کھیل کود میں لگا دیتی ہے اور وہ اپنا علم سیکھنے کا کام ٹھیک طور پر نہیں کر سکتا۔ ہر آدمی کا کام اپنے اخلاق کا درست کرنا ہے لیکن اس کی نفسانی خواہش اسے نہیں چھوڑتی کہ انہیں درست کرلے۔

اسی طرح بڑی بڑی آرزوئیں ہیں آج روپیہ لگا دیا تو آئندہ بیس سال میں لکھ پتی ہو جاؤں گا آج محل بنانا شروع کر دیا تو رفتہ رفتہ اطمینان سے دس بارہ سال میں قابل دید عمارت بنے گی۔ اسی طرح کی لمبی لمبی سکیمیں اس خیال پر مبنی ہیں کہ ابھی بہت دن زندہ رہنا ہے۔ بس یہ خیال انسان کو آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور وہ ایسی ہی باتیں سوچتا مرجاتا ہے اور کہیں کا بھی نہیں رہتا۔

صدائے فقیر

ترک دنیا یا تسخیر کائنات

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

گذشتہ صفحات میں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں انسانی زندگی کی جو تعبیر پیش کی گئی ہے اس کے مطابق ایک مومن کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ ارکان اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ مادی کائنات کی تسخیر کا فرض بھی ادا کرے۔ اگر کوئی انسان اس حسین و جمیل کائنات سے منہ موڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلے اور سارا وقت تسبیح و مناجات میں ہی صرف کرڈالے تو اس کا یہ عمل فطرت سے انحراف کے زمرے میں آئے گا۔ اللہ کا دین تو مسلسل عمل اور جدوجہد کا آئین ہے اور اس میں رہبانیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے اس سے دل نہ لگانا رہبانیت سے کہیں زیادہ مشکل ہے اور مشکل کام ہی ہمیشہ افضل ہوتے ہیں۔ ایک مومن کا دن میں پانچ وقت دنیا کے جھمیلوں کو چھوڑ کر اللہ کے دربار میں حاضری دینا اور پچھلی رات کو اٹھ کر نماز تہجد اور فجر ادا کرنا رہبانیت سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ کمال انسانیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا سب کچھ مخلوق خدا کی خدمت کے لئے وقف کردیا جائے۔ جس نے جدوجہد اور سعی و عمل کی راہ ترک کردی اس نے گویا اپنے آپ کو انسانیت کے بلند مرتبہ سے گرا کر نبادات اور جمادات میں شامل کرلیا۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردان خود آگاہ و خدامست
یہ مذہب ملا و جمادات و نبادات

انسان کے اصل جوہر کی تکمیل کا راز ایجاد و تسخیر کے لئے مسلسل جدوجہد میں ہے۔ چونکہ انسان کی زندگی کا مقصود اللہ کی محبت کا حصول ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اللہ اور آخرت کی زندگی کو دوسری ہر شے پر ترجیح دینے کی راہ پر گامزن رہے۔ وہ حیات ارضی کے دوران اللہ کے سوا کسی بھی چیز سے دلی محبت نہ کرے اور نہ ہی کسی مقام کو اپنی منزل سمجھ کر اپنا

رفت سفر کھولے بلکہ اللہ کے قرب و رضا کی دولت اور دیدار کی نعمت کے لئے آگے بڑھتا چلا جائے۔ ترک دنیا کی حقیقت یہی ہے کہ اس کی محبت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ جس طرح سیڑھی پر چڑھتا ہوا آدمی بلند تر درجہ پر قدم رکھنے کے لئے نیچے والے درجہ سے قدم اٹھا کر اسے ترک کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ سیڑھی کے ہر ڈنڈے اور ہر درجے کو اپنی بلند منزل تک پہنچنے کے لئے استعمال کر کے ترک کر دیتا ہے اور بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر وہ سیڑھی کو ہی ترک کر دے تو فرش خاک پر ہی پڑا رہ جائے گا اور اگر سیڑھی کے کسی درجہ پر تھک ہار کر یا دل لگا کر بیٹھ گیا تو اپنی منزل سے اتنا ہی نیچے رہ جائے گا۔ بندہ مومن کے لئے تو اتنی بھی فرصت نہیں ہوتی کہ پاؤں میں چبھا ہوا کانٹا ہی نکال لے۔ وہ اللہ کے دیدار کو اپنی منزل قرار دے کر اٹھتے بیٹھتے اس کا ذکر کرتا اور ہر لحظہ نئی آن و شان سے اپنا قدم آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے کہ وہ خود ہی مادی کائنات کا مرکز ہے اس لئے وہ اس کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتا۔ متاع دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جانا شرک ہے اور متقین وہ ہیں جو دنیا کی محبت' مال و دولت کے لالچ اور نفس کی ہوا و ہوس سے بچ گئے۔ مومن پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیتا ہے۔ وہ خالق کائنات کے در کو اپنی محبت کا مرکز قرار دے دیتا ہے اور وہاں سے نظر ہٹا کر ادھر ادھر دیکھنے کو بھی شرک جانتا ہے وہ قرآن کریم کی اس آیت کی مکمل تصویر اور مجسم تفسیر بن جاتا ہے۔

انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین O

ترجمہ! "میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"

اللہ تعالٰی ہر شے کا خالق ہے۔ اس کے سوا ہر شے مخلوق ہے اور مخلوق اپنے خالق کی محتاج ہوتی ہے۔ جو مخلوق ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ ایک محتاج دوسرے محتاج کا مالک اور رب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ صرف اللہ تعالٰی کی ذات ہے جو ہر شے سے غنی ہے اور وہی الہ ہے۔ اس کی ذات سے نگاہ ہٹا کر جس سمت بھی دیکھیں مجبور و مقہور مخلوق خالق کائنات کے سامنے سجدہ ریز دکھائی دے گی۔ جو اللہ کے در سے اٹھ جائے اسے طاغوتی درندے اچک لیتے ہیں اور شیطانی گدھ اس کی بوٹیاں نوچ لیتے ہیں۔ اللہ والے اس حقیقت کو اپنے اپنے انداز میں بیان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن نظیر نے کیا خوب کہا ہے۔

غلام فریدا میں دوزخ سڑساں بے یار دلوں مکھ موڑاں

اللہ تعالیٰ سے شدید محبت اور متاع دنیا سے استغنا ہی مسلمانی کی معراج اور اسلامی فقر کی روح ہے۔ مومن اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اس کی جان' اس کے مال و منال اور کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے کیونکہ اسلام میں داخلہ متاع جان و مال کے حقوق اللہ کے سپرد کر دینے کے مترادف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنہ (التوبہ-111)

ترجمہ! "بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں"۔

یہ بھی اللہ رحمن و رحیم کی خصوصی محبت اور رحمت کا مظاہرہ ہے کہ جان و مال خود ہی عطا فرمائے اور خود ہی ان کے خریدار بن گئے۔ پھر دنیا کی گھٹیا اور فانی چیزوں کے بدلے میں آخرت کی اعلیٰ اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں دینے کو تیار ہیں۔ اس پر مزید کرم یہ فرماتے ہیں کہ خریدا ہوا سودا مومن کے پاس ہی رہے گا تاکہ اس سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ لیکن اب مومن اس بات کا پابند ہو جاتا ہے کہ اپنے مال و جان میں اللہ کی ہدایات کے مطابق ہی تصرف کر سکتا ہے۔ اب بتائیے کہ اس سے بڑی ترک دنیا اور کیا ہو گی کہ اپنے ہاتھوں سے کمائے ہوئے جائز مال میں بھی من مرضی کرنے کی اجازت نہیں رہی۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اگر باریک بینی سے سوچا جائے تو مادی نعمتوں اور دنیوی مراتب سے کنارہ کشی کرنے کو ترک کر دینا مناسب بھی نہیں ہے۔ درحقیقت ترک کر دینے سے مراد تو یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو حاصل کر لینے کے بعد کسی اعلیٰ و برتر مقصد کی خاطر اسے چھوڑ دیا جائے۔ جس شے پر ابھی دسترس ہی حاصل نہ ہو اسے ترک کر دینا چہ معنی دارد۔ کوئی شخص کسی ملک کا صدر یا وزیر بننے کے بعد ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں وجوہات کی بنا پر صدارت یا وزارت کو ترک کر دیا ہے اس کے بغیر ترک کا دعویٰ مضحکہ خیز ہی سمجھا جائے گا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ جدوجہد اور محنت سے دستبردار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا ترک کر دی ہے وہ اپنے

دعوے میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دنیا کو ہرگز ترک نہیں کیا بلکہ دنیا نے انہیں ترک کر رکھا ہے۔ جب دنیا ان کے پاس آئی ہی نہیں تو اسے ترک کرنے کا دعویٰ بے معنی ہے۔ اسلام کی تعلیم کے عین مطابق حضرت عمرؓ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میرے ہاتھوں کو دنیا کی دولت سے بھرپور لیکن میرے دل کو اس کی محبت سے خالی رکھ۔

اللھم انزع الدنیا من قلبی ولا تنزعھا من یدی

الغرض یہ ہے ترک دنیا کی صحیح صورت جس میں دنیا کو چھوڑ دینا مطلوب نہیں ہے بلکہ دل کو اس کی محبت سے محفوظ رکھنا مقصود ہے۔ کیونکہ دل اللہ کا گھر ہے اور اس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بسا لینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ جن بزرگوں نے اللہ کی محبت اور معرفت کے حصول کے لئے ترک دنیا کی راہ اپنائی وہ ان کی طبعی میلانات کا نتیجہ اور ان کی اپنی ذات تک محدود تھا۔ اس امر سے بھی واقف ہیں کہ فقیری کے سلسلہ نقشبندیہ کے سالار حضور نبی کریم ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ اور باقی سلسلوں کے بانی حضرت علی المرتضیٰؓ عنہ ہیں۔ اتفاق سے سب سے پہلے ایمان والے بھی یہی دونوں حضرات تھے۔ ان عظیم المرتبت صحابیوں کی زندگی کی تفصیل سے ہر مسلمان بخوبی آگاہ ہے۔ انہوں نے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی تیئس سالہ مصائب اور جنگوں سے معمور جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔ انہوں نے متاہل اور کاروباری زندگی بسر کی اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد اپنے اپنے دور میں اسلامی سربراہ حکومت کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔ اگر یہ کام دنیاداری کہلاتے ہیں تو روحانیت کے یہ سرچشمے سب سے اونچے دنیادار تھے۔ جب روحانی سلسلوں کے بانیوں کی تعلیم اور عملی زندگی میں رہبانیت نام کی کوئی چیز ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی تو یقیناً ترک دنیا کی یہ بدعت مسلمانوں کے دور انحطاط کی اختراع اور عجمی تصورات کی مرہون منت ہے۔ قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا آسان ترین اور یقینی طریقہ اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع ہے جس پر آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عمل کر کے دکھایا۔ اس میں دنیا سے نفرت اور فرار کی تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ مسلسل جدوجہد اور عزیمت کی راہ اپنانے کی تلقین کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ کا فقر تو صفائی، طہارت، نفاست، سادگی اور بے نیازی کا حسین مرقع تھا اور دنیا کی چیزوں میں سے خوشبو آپ کو بہت پسند تھی۔ ہمارے ہاں کے نام نہاد فقیروں، غلاظت میں ڈوبے ہوئے ملنگوں، بھیک مانگنے والے باباؤں اور بدبو کے مجسموں کا بھلا سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک وصاف اور

صبر و قناعت والے اختیاری فقر کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔
جو لوگ غیر اسلامی تصورات کے زیر اثر رہبانیت کی راہ اپنا کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں وہ سب سے پہلے تو اس گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں کہ بغیر کسی معذوری اور شرعی جواز کے اپنی ضروریات زندگی کا بوجھ دوسروں کے سر پر ڈالتے ہیں جو کہ بہت بڑی بے غیرتی ہے۔ اس کے علاوہ ان حضرات کا اسلام صرف صوم و صلوٰۃ اور اوراد و وظائف تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ حج، زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ، صدقہ اور جہاد فی سبیل اللہ جیسی عبادات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ گویا آدھے سے زیادہ ارکان اسلام کو خود اپنے ارادے سے ترک کر دینے کے مرتکب ٹھہرتے ہیں۔ ایک اچھے اور فعال مسلمان کی تو یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ اپنے مسکین اور ضرورتمند بھائیوں کی بھی مالی امداد کر سکے۔ اس سلسلے میں کسی بزرگ نے بڑی سبق آموز حکایت بیان کی ہے۔ ایک درویش نے سفر کے دوران جنگل میں ایک لومڑی کو دیکھا جس کی کمر ٹوٹ چکی تھی اور چلنے پھرنے سے معذور تھی۔ وہ درویش اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کا مشاہدہ کرنے کے لئے وہاں چھپ کر بیٹھ گیا کہ دیکھتا ہوں کہ اس لومڑی کے لئے رزق کا انتظام کیونکر ہوتا ہے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک شیر اپنے شکار کے پیچھے دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔ اللہ کی قدرت سے اس نے جس جگہ اپنے شکار کو گرایا وہ لومڑی کے قریب ہی تھی۔ شیر نے شکار کی چیر پھاڑ کی اور شکم سیر ہو کر چلا گیا۔ اس لومڑی نے بھی ہمت کی اور سرکتی گھسٹتی شیر کے پس خوردہ تک پہنچ گئی اور اپنی بھوک مٹائی۔ درویش یہ واقعہ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اللہ کی رزق رسانی پر اس کا یقین پہلے سے بھی زیادہ پختہ ہو گیا۔ درویش کے دل میں یہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ جب اس معذور لومڑی کو رزق پہنچا رہا ہے تو مجھے کیوں محروم رکھے گا۔

چنانچہ وہ بھی اللہ پر بھروسہ کر کے کسی جگہ ڈیرہ جما کر بیٹھ گیا۔ ایک دو دن تو ایسے ہی گذر گئے پھر ہاتف غیبی سے اسے آواز آئی کہ اللہ کے بندے رب العالمین کی رزق رسانی تو برحق ہے لیکن تیرے سامنے دو مثالیں موجود تھیں ایک معذور لومڑی کی اور دوسری شیر کی۔ تیری پست ہمتی نے تجھے معذور لومڑی کی راہ پر چلنے کو اکسایا۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے شیر بننا پسند نہ کیا جس نے اپنا شکار اپنی ہمت سے گرایا۔ اس نے خود بھی کھایا اور وہ معذور کی کفالت کا وسیلہ بھی بنا۔ یہ ہے اسلام کی سچی اور زندگی بخش تعلیم جس میں محنت کو عظمت عطا کی گئی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار اصحابہ کے شانہ بشانہ محنت و مشقت کا ہر کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ ایک مزدور

صحابیؓ کے ہاتھ پر مشقت کی وجہ سے پڑے ہوئے نشان کو اللہ کے رسول ﷺ نے بوسہ دے کر فرمایا۔ الکاسب حبیب اللہ ۔یعنی جو اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے روٹی کماتا ہے وہ اللہ کا پیارا ہے۔اس لئے اسلام کی فطری اور عالمگیر تعلیم میں رہبانیت یعنی ترک دنیا سے روکا گیا ہے۔

کیونکہ مومن کی زندگی مسلسل جدوجہد کا نمونہ ہوتی ہے۔اس کا جینا اور مرنا اللہ کے لئے ہوتا ہے۔وہ نہ تو دنیا کے پیچھے اس طرح بھاگتا ہے کہ اللہ اور یوم آخرت کو ہی بھول جائے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی نعمتوں کے آگے بھاگتا ہے بلکہ ان پر اللہ کا شکر ادا کرتا اور انہیں اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تصور کر کے پہلے سے بھی زیادہ اطاعت گذار بندہ بن جاتا ہے۔اس طرح وہ اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اللہ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف اس کی پرواز میں نہ کوئی دنیوی انعام و اکرام حائل ہو سکتا ہے نہ کوئی روحانی مرتبہ و مقام۔ کیونکہ اللہ کے حسن و جمال اور لذت دیدار کے مقابلے میں تمام مادی اور روحانی لذات پر کاہ جتنی دقعت بھی نہیں رکھتیں۔ حکیم الامتؒ اس طرز حیات کو ہی درست سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

یعنی ترک کا کمال یہ نہیں ہے کہ اس جہان آب و گل کی نعمتوں سے منہ موڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی جائے بلکہ کمال ترک تو یہ ہے کہ مومن مادی اور روحانی مقامات کو تسخیر کرتا ہوا آگے ہی آگے اللہ کے قرب کی منزل کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ اور اس طویل سفر میں حاصل ہونے والی مادی اور روحانی لذات اور کوائف و واردات میں پھنس کر راستے ہی میں نہ رک جائے۔

اللہ کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے تسخیر کائنات کا عمل بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ العلم سلاحی یعنی علم میرا ہتھیار ہے۔ گویا علم کے ذریعے ہی باطل پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جہاں علم کے نور سے باطل نظریات کو شکست دی جا سکتی ہے وہاں علم کے ذریعے فطرت کی طاقتوں اور مادے کی توانائیوں کو تسخیر کر کے مفسدین کی طاقت کو توڑنے کا سامان بھی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے گروہ یعنی امت مسلمہ پر یہ فرض اللہ کی طرف سے عائد کر دیا گیا ہے کہ وہ دین حق کے

غلبہ کے لئے مسلسل کوشش کرتی رہے۔ اس راہ میں علمی و قلمی دعوت کے ساتھ ساتھ مسلح [illegible]
کرنا بھی ضروری ہے۔ یہاں تک کہ باطل نظریات کی حامل قوتیں اللہ تعالیٰ کے عادلانہ نظام [illegible]
سامنے سرنگوں ہو جائیں اور پوری انسانیت پر انسانوں کی بجائے اللہ کی حکمرانی کا نفاذ ہو جائے۔ اللہ
تعالیٰ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین کلہ للہ (الانفال۔ 39)

ترجمہ! "اور کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی رکاوٹ اور مزاحمت باقی نہ رہے اور نظام حیات پورے کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں امت مسلمہ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ خوفناک ہتھیاروں، فعال ذرائع نقل و حمل اور مجاہدین کی نفری پر مشتمل اتنی موثر جنگی قوت تیار کرو کہ تمہارے دشمن ہر وقت لرزہ براندام رہیں اور کسی کو انسانوں پر ظلم و ستم ڈھانے یا کمزور قوموں کا استحصال کرنے کی جرات نہ ہو۔ فرقان حمید میں واضح الفاظ میں دفاعی پالیسی بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم و اخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شی فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون O (الانفال ۔ 60)

ترجمہ! "اور جہاں تک ہو سکے جنگی قوت اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے کفار کے مقابلے کے لئے اس طرح مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا"

اتنی ہیبت ناک جنگی قوت بننے کے لئے جس جوش عمل، قوت تسخیر اور زر کثیر کی حاجت ہوتی ہے وہ ترک دنیا کے فلسفوں پر چلنے اور بھیک کے ٹکڑوں پر پلنے والی قوموں کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورت الحدید میں لوہے کی افادیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے عام استعمال کی مفید چیزیں بھی بنائی جاتی ہیں لیکن اس میں جنگی تباہ کاری کا سامان بھی موجود ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے امتحان لیا جائے کہ کون سی قوم فولادی قوت کو اللہ کے دین کی پشت پناہی کے لئے استعمال کرکے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ و رسلہ

بالغیب ان اللہ قوی عزیز O (الحدید - 25)

ترجمہ: "اور ہم نے لوہا پیدا کیا اس میں اسلحہ جنگ کے لحاظ سے خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ معلوم کر لے کہ کون لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ بے شک اللہ قوی اور غالب ہے"

اللہ تعالیٰ کے کلام کی جامعیت ملاحظہ فرمائیں کہ زمانہ قدیم کی جنگوں میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں تلوار و تیر و تبر کی ہیبت بھی لوہے کے سبب تھی اور جدید دور کی مشین گنیں، توپیں، بم، ٹینک، گاڑیاں، ہوائی جہاز، بحری بیڑے اور دوسرا جنگی ساز و سامان بھی صنعت فولاد کا ہی مرہون منت ہے۔ فولاد سازی کو ہمیشہ بنیادی صنعت کی حیثیت حاصل رہی ہے اور رہے گی۔ دنیا کی کوئی بھی قوم جب تک اپنے ملک میں بھاری صنعتیں قائم کر کے اسلحہ سازی میں خود کفیل نہ ہو جائے ایک طاقتور قوم بن کر نہیں ابھر سکتی۔ طاقت کے بغیر دنیا میں حکومت الہیہ کا قیام ناممکن ہے۔ اس لئے امت مسلمہ کے جدید سائنسی علوم اور تکنیکی مہارت کا حصول ناگزیر ہو گیا ہے۔

قوت کا صحیح استعمال دنیا کو امن و امان اور عدل و انصاف سے بھر سکتا ہے بصورت دیگر یہی قوت ظلم و فساد پھیلا کر کرہ ارض کو جہنم زار بنا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر آج کل عارضی طور پر امریکہ کو اقوام عالم میں قوت کی اجارہ داری حاصل ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنی قوت کے بل بوتے پر دوسری تمام اقوام کو جبر و استحصال اور ظلم و ستم بند کرنے اور قوانین عدل کی پابندی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے لیکن امریکہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا کیونکہ وہ تو خود اللہ کے آئین کا باغی ہے۔ وہ تو موجودہ دور کا نمرود بن کر اپنی خدائی کا دعویدار ہے اور اپنی قوت کے سامنے پوری دنیا کو سجدہ ریز ہونے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ وہ حقیقی سپرپاور کو فراموش کر کے خود اپنے آپ کو سپرپاور سمجھنے لگا ہے اور بلند بانگ دعوے کر رہا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں ہے۔ یہ غرور و تکبر ہی اس کے زوال کا سبب بننے والے ہیں۔ امریکہ کے ہم خیال بھائی پہلے ہی ہو گذرے ہیں جو آخر کار اللہ کی گرفت میں آ کر بے نام و نشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے سپرپاور ہونے کے دعوے اور پھر اس کے انجام کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ وکانوا بایتنا یجحدون O فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الاخرۃ اخزی وھم

لا ینصرون O (حم السجدۃ - 15 تا 16)

ترجمہ! "جو عاد تھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور دار ہوا چلائی تاکہ انکو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور اس روز انکو مدد بھی نہ ملی گی"

تاریخ کا یہی سبق ہے کہ جس قوت کے پیچھے بھی خالق کائنات کا عطا کردہ ضابطہ اخلاق نہ ہو اس نے ہمیشہ انسانیت کو تباہی اور بربادی سے دوچار کیا ہے۔ جو انسانی گروہ اتنا اندھا ہو چکا ہو کہ اپنے خالق کی کھلی کھلی آیات کو نہ دیکھ سکے، جو زندگی کے مقصود سے ہی ناآشنا ہو، جس کی عقل مادے سے ماوراء حقیقتوں کا ادراک کرنے سے قاصر ہو اور جو نفسانی خواہشات کی تسکین کے سوا کسی ضابطہ اخلاق کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہو اس کے ہاتھوں میں قوت کا آجانا انسانیت کے لئے بڑا خطرناک ہے جیسا کہ ناپختہ عقل، نابالغ اور آوارہ نوجوان کے ہاتھ میں کوئی تباہ کن ہتھیار دے دیا جائے۔ اگر یہی قوت کسی ایسی قوم کے ہاتھ میں ہو جو خالق کائنات کے آئین کی پابند ہو تو انسانیت کے سارے دکھوں کا مداوا کر کے کرہ ارض کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ حکیم الامت ؒ نے ضرب کلیم میں "قوت اور دین" کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے وہ ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انساں کی قبا چاک
تاریخ امم کا یہ پیام ازلی ہے
صاحب نظراں! نشہ قوت ہے خطرناک
اس سیل سبک سیرو زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لادیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

تیری میری کشتی ہوگی

ایک مجلس میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ایک جن یا بدروح
کے متعلق بڑا دلچسپ قصہ یوں بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے چچا جو کہ میرے سسر بھی تھے کے
گھر گیا ہوا تھا۔ گھر والوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے ہاں ہر منگل اور اتوار کو کوئلے اور مٹی کے ڈھیلے
گرتے ہیں۔ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا۔ وہ علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے وہ بھلا ایسی چیزوں
کو کہاں مانتے تھے۔ وہ کہنے لگے کیا تم بھی ان خرافات پر یقین کرتے ہو؟ یہ اڑوس پڑوس کے بچوں
کی شرارت ہوگی۔ میں نے کہا کہ یہاں کے بچے بڑے ہی باشعور اور وقت کے پابند ہیں کہ صرف
منگل اور اتوار ہی کو ایک مقررہ وقت پر شرارت کرتے ہیں۔ بہرحال وہ نہیں مانے۔ ایک دن
میری موجودگی میں کوئلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور مٹی کے ڈھیلے گرنے شروع ہو گئے
انہیں اکٹھا کیا تو بس مٹھی بھر کے قریب تھے۔ شام کا کھانا کھا کر میں اور میرا کزن کافی دیر تک بیٹھے
گپ شپ لگاتے رہے۔ وہ میرا بہت اچھا دوست بھی تھا۔ ہم دونوں ایک کمرے میں سونے کے
لئے لیٹے تھے کہ باہر سے آواز آئی خر خر خر۔ میرا کزن سن کر ڈر گیا اور کہنے لگا یہ جن ہیں۔ میں نے
کہا ابھی دیکھ لیتے ہیں۔ ہم نے بتی جلائی اور باہر نکل کر دیکھا تو دو بلیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا
یہ ہیں تمہارے جن۔ ہم دوبارہ جا کر کمرے میں لیٹے ہی تھے کہ میرے کزن نے کہا کہ کوئی چیز میرے
سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئی ہے۔ میں نے کہا کوئی چیز وغیرہ نہیں بیٹھی۔ تمہیں کابوس کی بیماری ہوگی اس
میں آدمی کو نیند میں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے اسے دبا رکھا ہو۔ زیادہ کھانا کھا لیا جائے تب
بھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس نے کہا وہ تو مجھے صاف اپنے سینے پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔
ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ساتھ والے کمرے سے ایکدم کھٹ کھڑ کھڑ کھٹ کی آواز
آئی۔ میرے کزن نے گھبرا کر کہا کہ یہ کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا چلو اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ ہم نے
بتی جلائی' اس کمرے کا دروازہ کھولا تو ایک عجیب منظر دیکھا۔ میرے کزن نے اس کمرے کی
دیواروں پر کئی تصویریں لگا رکھی تھیں۔ وہ تمام تصویریں فرش پر گری پڑی تھیں۔ سب کے

ڈورے کٹے ہوئے تھے لیکن شیشہ کسی کا بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ میرے کزن نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیسے ہوا۔ میں نے کہا اللہ ہی جانے۔ وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ اس نے وہاں سونے سے انکار کر دیا چلا گیا۔ میں اکیلا ہی اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ کوئی چیز میرے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اسے ایک گھونسا مارا اور ماں کی گالی دی تو ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے میرے پاؤں پکڑ کر سرہانے کی طرح اور سر پائنتی کی طرف کر دیا۔ الغرض وہ مجھ سے اسی طرح تنگ کرتا رہا اور میں اسے گالیاں دیتا رہا۔ تنگ آ کر میں اٹھا' وضو کیا' آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر چارپائی کے گرد حصار باندھا اور سو گیا۔ اگلی رات وہ پھر آ گیا اور مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اسے کہا تو جو کوئی بھی ہے۔ جن ہے یا بد روح ہے تم میں تھوڑی بہت غیرت تو ہو گی۔ میں تجھے بتا تا ہوں لیکن تو مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ تو میرے سامنے آ میں تیری ایسی تیسی کر دوں گا۔ آج میں نہ آیت الکرسی پڑھوں گا نہ ہی کوئی حصار باندھوں گا۔ آج تیری میری کشتی ہو گی۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی درندے نے میرا سر اپنے منہ میں لے لیا ہے۔ میں نے گالی دیتے ہوئے اسے زور سے مارا تو وہ ہٹ گیا۔ میں نے اٹھ کر دیکھا تو میرے سامنے ایک کالا بھجنگ آدمی سرخ جانگیہ پہنے' بدن پر تیل ملے ہوئے کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی۔ ان دنوں میرا پاس انفاس دھونکنی کی مانند چلتا تھا۔ میں نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر پوری قوت سے اسے گھونسا مارا تو وہ دیوار کو جا کر لگا اور میری انگلیاں چرمر ہو گئیں۔ پھر وہ نظر نہیں آیا۔ ایک ہی گھونسے سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ اس کے بعد پھر وہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔ نہ ہی اس گھر میں کوئی کوئلے اور ڈھیلے برسے۔ یہ ہے اللہ اللہ کی طاقت۔ تم پکے سچے توحیدی بن جاؤ تو کوئی چیز تمہارے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتی۔

خواجہؒ کے خطوط

(خالد مسعود توحیدی)

1۔ برائیوں سے نفرت

(بنام مرتضٰی صاحب 1964-11-7)

"آپ کے چچا جان سید علی صاحب ملے تھے۔ بہت روتے تھے کہ مجھ کو ابھی تک کچھ نہیں ملا صرف اتنا ہوا ہے کہ برائیوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ ان کو سمجھائیں کہ یہ کیا کچھ کم ہے"

2۔ روحانی مشاہدہ

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 1962-12-27)

"ذکر میں کسی کا سر Moon Light کی طرح نظر آئے تو اچھی علامت ہے۔ اور اس طرح ذکر میں جو کچھ نظر آئے اچھا ہی ہے۔ البتہ کوئی بری چیز نظر آئے تو مجھے پوچھنا چاہئے"

3۔ روحانی قبض

(بنام عبدالحمید صاحب 1971-10-23)

"آپ کو جو پہلی سی کیفیت نہیں ہوتی یہ کتنے عرصہ سے نہیں ہوتی؟ میرے خیال میں تو یہ قبض ہے جو سب سالکوں کو ہمیشہ ہوتا ہے۔ خود بخود جاتا رہے گا۔ میرا خیال ذرا زیادہ رکھا کریں سب ٹھیک ہو جائے گا"

4۔ جاگتے میں دیکھیں

(بنام محمد صدیق ڈار 1966-5-14)

"رمضان میاں صاحب کی بیعت قبول ہے۔ وہ تو بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں جن کو ایسے خواب آتے ہیں۔ اللہ کرے یہ سب جاگتے میں دکھائی دینے لگے"

5۔ تار ملا لیا کریں

(بنام محمد صدیق ڈار 1964-8-2)

"مال کی تو کچھ کمی نہیں ہے۔ آپ کو اپنے کورس کے کام میں جو مصروفیت رہتی ہے اس کی وجہ سے احساس نہیں ہوتا۔ یہ قدرتی بات ہے۔ آپ کسی وقت صرف پانچ منٹ کے لئے سب سے

الگ بالکل تنہا کہیں بیٹھ کر تار ملالیا کریں"

6۔ محبت اور خلوص

(مخدوم ریاض حسین 1963-12-6ء

"دنیا کے تمام آدمیوں کے ساتھ سچی محبت اور خلوص و عاجزی کے ساتھ ملا کرو۔ جس سے ملو گے وہ ہی آپکا سچا خادم بن جائے گا خواہ وہ آپ کا مخدوم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ قرآن اور حدیث کی تعلیم ہے جھوٹی نہیں ہو سکتی اور میرے تو تجربہ میں آچکی ہے"

7۔ اچھا اخلاق و کردار

(بنام اکبر مغل صاحب 1972-7-31ء)

"تمہارا اپنا اخلاق سب سے اچھا ہونا چاہیئے۔ برادری گاؤں کا ماحول بھی تمہارے کردار سے اچھا ہو سکتا ہے۔ صرف گاؤں ہی نہیں مسلمانوں کی ساری قوم ہی اخلاق چھوڑ چکی ہے"

8۔ احساس ذمہ داری

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1962-7-27ء)

"کئی حلقے فنڈ کے معاملے میں بہت ست ہیں۔ صرف آپ کا چندہ ہی موصول ہوا ہے۔ یہ بہت ہی بے حسی کی بات ہے۔ اللہ اللہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک سالک میں احساس ذمہ داری، خوش اخلاقی اور دیانتداری پیدا نہ ہو جائے"

9۔ خوش خلقی

(بنام مخدوم ریاض حسین صاحب 1963-11-18ء)

"آپ کے مخالفین کو اللہ آپ کا موافق بنادے۔ آمین!

معلوم ہوتا ہے آپ ان کے ساتھ یا تو سختی اور بے پرواہی سے پیش آتے ہیں یا Reserve رہتے ہیں۔ ورنہ حلقہ توحیدیہ کا کوئی فرد جہاں بھی ہو اس کی خوش اخلاقی کی وجہ سے سب لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ آپ بھی خوش خلقی سے پیش آیا کریں۔ انشاء اللہ فضل ہو گا"

10۔ غصہ اور نفرت

(بنام غوث محمد صاحب 1956-2-24ء)

"غصہ اور نفرت تو ضرور ہی نفی کرنی ہو گی خواہ کچھ بھی ہو"

راہ سلوک کی رکاوٹیں

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

چوتھی رکاوٹ عسرت و غربت ہے۔ آمدنی کم ہے اہل و عیال کثیر ہیں پھر برادری اور کنبہ کی لغو اور خلاف اسلام و انسانیت رسوم جن میں خرچ نہ کرو تو ناک کٹتی ہے۔ یہ فضول رسمیں پوری کرنی ہی پڑتی ہیں خواہ قرض لینا پڑے۔ رشتہ داروں اور ملنے والوں میں کئی امیر بھی ہوتے ہیں جو اچھا کھاتے، اچھا پہنتے ہیں۔ موٹروں میں پھرتے ہیں ان کو دیکھ کر کڑھنا اور رنج کرنا۔ بچوں اور بیوی کی شکایات کہ ہمارے پاس یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے فلاں کے پاس تو سب کچھ ہے۔ ہمارے لئے بھی ایسا مکان لو۔ ایسے ہی کپڑے اور زیور وغیرہ بناؤ۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ رکاوٹ بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر سالک اس پر غالب نہ آسکے تو پھر وہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس رکاوٹ کا علاج قناعت ہے۔ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے تم کو دے رکھا ہے اس پر تمہارا دل خوش رہے۔ کبھی شکایت کا جذبہ پیدا نہ ہو بلکہ جذبات شکر و سپاس سے تم ہمیشہ مسرور رہو۔ بظاہر یہ بات بالکل ناممکن نظر آتی ہے کہ غربت و نکبت میں بھی انسان ایسا ہی رہے۔ جیسے دولت و ثروت میں رہتا ہے لیکن فکر صحیح اور مشاہدہ وسیع سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات ناممکن تو کیا کچھ زیادہ دشوار بھی نہیں ہے۔ جن لوگوں کی طلب صادق اور ارادہ پکا ہوتا ہے وہ بہت آسانی سے ان تمام پریشانیوں پر قابو پالیتے ہیں۔ حضور رسول کریم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ غریبی ہی حضور ﷺ کا طغرائے امتیاز تھی۔ اصحاب کبار میں زیادہ تر غریب ہی تھے۔ اصحاب صفہ تو سب کے سب ہی نہایت غریب اور مسکین تھے۔ اولیائے کرام میں لاکھوں ایسے گزرے ہیں جن کو کئی کئی دن میں ایک وقت پیٹ بھر کھانے کو ملتا تھا۔ پھر ان کے پاس نہ مکان تھا۔ نہ اچھا لباس، مگر یہی وہ لوگ تھے جو آسمان ولایت پر مہر درخشاں بن کر چمکے۔ وہ سب انسان تھے۔ آپ بھی انسان ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا آپ بھی کر سکتے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ جو لوگ غربت اور مفلسی کی تکالیف کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں ان کی طلب صادق نہیں۔ مگر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بڑے طالب صادق ہیں۔ ہمارے دوستوں میں سے کئی ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ اگر میں اکیلا ہوتا اور بیوی بچے نہ ہوتے تو یہ سب مصیبتیں برداشت کر لیتا۔ مگر ان کو کیا کروں۔ ان کی تکالیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتیں۔ مگر ایسا کہنے والے یہ نہیں سوچتے کہ اگر تم اکیلے ہوتے اور یہ تکالیف بہ طیب خاطر برداشت کر لیتے تو کمال ہی کیا تھا۔ یہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو تمہاری آزمائش ہی اس

طرح کرنی تھی کہ بیوی بچوں کی تکالیف دیکھو اور تمہارے پائے ثبات میں لغزش نہ ہو اور میدان طلب میں اسی طرح ڈٹے رہو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ افسوس یہ سب بہانے ہیں طلب صادق کا ان لوگوں میں نام و نشان بھی نہیں۔ خود بھی دھوکے میں ہیں اور اپنے شیخ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں یہی مشورہ دوں گا کہ فقر کا نام بھی نہ لیں۔ صرف نماز، روزہ کر لیا کریں۔ اور گھر میں بیٹھے چین سے دنیاداری کی زندگی بسر کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا ان کی غربت و نکبت امارت سے بدل جائے گی۔

قرآن پاک میں اس قسم کی تکلیفوں اور دوسری مصیبتوں کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ نماز اور صبر سے مدد لو۔ یعنی نماز قائم رکھو اور جو مصیبت پڑے خوشی سے برداشت کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے کہ اگر تم اپنی حالت پر خوش نہیں ہو تو پھر ایسا کرو کہ فضا میں ایک رسی لٹکاؤ اور پھانسی کھا کر مر جاؤ اور پھر دیکھو کہ (کیا مرنے کے بعد) تمہاری تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ کتنی بڑی اور شدید وعید ہے۔ اگر کوئی آدمی صرف اسی پر اچھی طرح غور کرے تو خدا کی قسم کتنی ہی تنگی و ترشی ہو وہ اس کو خاطر میں نہ لائے گا اور ہمیشہ خوش رہے گا۔ پھر قرآن میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے کسی کو ناپ تول کر رزق دیا ہے اور کسی کو بے حساب عطا فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ ہے خدا کی مرضی سے ہے۔ تو اے سالکان راہ خدا تم خدا کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو؟

اس سال کے دعوت منشور میں جو آیت سرورق پر دی گئی ہیں اس کو غور سے پڑھو۔ اگر تم اللہ سے دوستی کرنے گھر سے نکلے ہو اور اس کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو تربیت کے لئے طرح طرح کی آزمائشوں میں ضرور مبتلا کئے جاؤ گے۔ اگر یہ بات تم کو پسند نہیں تو جاؤ اپنی ایڑیوں پر الٹے واپس لوٹ جاؤ۔ اللہ کا قرب یا اس کی لقاء اور معرفت شب برات کا حلوہ نہیں ہے۔

عسرت و غربت سے بددل ہو جانے کا ایک علاج حضور رسول کریم ﷺ نے یہ بھی بتایا ہے کہ "جب تم کو اپنی غربت و زبوں حالی کی شکایت ہو تو اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر کرو" تم کو لاکھوں آدمی ایسے نظر آئیں گے جو تم سے بھی کہیں زیادہ مفلوک الحال اور محتاج ہیں۔ ان کی حالت سے عبرت حاصل کرو۔ اور خدا کا شکر بجا لاؤ کہ تم بڑے آرام میں ہو۔

سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "میں دمشق میں تھا اور میرے پاؤں میں جوتے نہ تھے ننگے پاؤں پھرنے سے سخت زحمت ہوتی تھی اور دل میں سے یہ شکایت اٹھتی تھی کہ اللہ نے مجھے ایک

جو زاہو تا بھی نہیں دیا۔ اسی حال میں ایک مرتبہ دمشق کی جامعہ مسجد میں گیا تو دیکھا وہاں ایک شخص مسجد کے فرش پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے دونوں پاؤں ندارد ہیں یہ دیکھ کر مجھے سخت عبرت ہوئی اور میں نے کہا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے دو پاؤں تو دے رکھے ہیں جن سے میں چل پھر لیتا ہوں۔ یہ غریب تو چلنے پھرنے سے بھی معذور ہے" مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد سعدی صاحب کو ننگے پاؤں پھرنے میں کبھی تکلیف محسوس نہ ہوئی ہو گی۔ تکلیف دراصل محض ایک خیالی شے ہے جو اپنی حالت کا مقابلہ اپنے سے بہتر لوگوں کی حالت سے کرنے سے محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوائے تکلیف کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔ عسرت و غربت سے ایک اور بہت بڑا عیب انسان میں پیدا ہو جاتا ہے جس کا نام ہے احساس کمتری۔ یہ ایک ایسی لعنت ہے جو انسان کو ایک سیکنڈ بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ سب سے بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ انسان کو خود یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہے۔ جو بچے اپنے ماں باپ یا بزرگوں کو دوسرے لوگوں کی خوشامد اور خدمت کرتے دیکھتے ہیں یا اپنے والدین اور بڑے بھائیوں سے پٹتے رہتے ہیں یا جن کے دلوں میں اپنے متمول رشتہ داروں اور پڑوسی بچوں کے اچھے کھلونے، کپڑے، عمدہ مکانات دیکھ کر یہ امنگیں اٹھتی ہیں کہ یہی چیزیں ہمارے پاس بھی ہوں۔ وہ جب اپنے ماں باپ سے کسی چیز کی فرمائش یا ضد کرتے ہیں اور جواب میں ڈانٹ ڈپٹ سنتے اور مار کھاتے ہیں تو ان کے دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کی تمنائیں کچل جاتی ہیں۔ حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور وہ گلاب کے اس پودے کی طرح مرجھا کر رہ جاتے ہیں جس کو پانی نہ ملا ہو۔ وہ جب بڑے ہوتے ہیں تو بظاہر ان تمام باتوں کو بھول جاتے ہیں لیکن یہ تاثرات ان کے لاشعور میں موجود ہوتے ہیں اور ان کے کردار پر برابر اثر کرتے رہتے ہیں۔ اب دو صورتیں واقع ہوتی ہیں یا تو وہ غم و الم، حسرت و ارمان اور یاس و ناامیدی کا مجسم مرقع بن کر ہمیشہ کے لئے قنوطی بن جاتے ہیں اور دنیوی مراتب و مناصب حاصل کرنے کا خیال تک بھی دل میں نہیں کرتے یا چند خارجی محرکات و مہیجات سے متاثر ہو کر اپنی جھوٹی نمود و نمائش، شیخی، خود پرستی اور خود نمائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب وہ دوسروں پر اپنی فضیلت کا طرح طرح سے اظہار کرتے ہیں۔ اپنی تعریفیں خود اپنے منہ سے کرتے اور اپنی فرضی بڑائیاں خود بیان کرتے پھرتے ہیں۔ کوئی اپنی قوم اور ذات کی بڑائی جتاتا ہے۔ کوئی بیس پشت پہلے کے آباؤ اجداد کے مناصب و مراتب کا ڈھنڈورا پیٹ کر دوسروں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ کوئی اپنے علم و فضل کی دھاک بٹھاتا ہے۔ اگر اتفاقاً ان میں سے کوئی شاعر ہو جائے تو خدا کی پناہ۔ وہ تو اقبال و غالب کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

کوئی سننا چاہے نہ چاہے وہ اپنا کلام سناتا اور داد چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ ملنے والوں کو راستے چ
سڑک پر روک کر، زبردستی غزل خوانی کرنے لگتا ہے اور تقاضا کرتا ہے کہ اس کے لچر پوچ کلا
ضرور داد دی جائے۔ ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص اتفاقاً عربی، فارسی یا انگریزی کی در
کتابیں الٹی سیدھی پڑھ لے تب تو کہنا ہی کیا۔ ارسطو اور افلاطون کی بھی شامت آجاتی ہے۔ بے
وجہ، موقع بے موقع جہاں چار آدمی جمع ہوئے یہ ان کو لیکچر جھاڑنے اور اپنی فضیلت کا رعب
بٹھانے لگتا ہے۔ سننے والے لحاظ و مروت اور خوش خلقی کی وجہ سے اس کی باتیں سنتے اور بعض
اوقات داد بھی دیتے ہیں۔ لیکن اس طرح یہ لوگ اور بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں
جا رسد کہ وہ ان بزرگوں کو بھی اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنے لگتے ہیں جو حقیقی معنوں میں اچھے شاعر
اور واقعی عالم و فاضل ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ احساس کمتری کے شکار ہمیشہ اپنے متعلق خوش فہمی
اور جہل مرکب میں مبتلا رہتے ہیں اور کبھی بھی صحیح معنوں میں ایک بڑا آدمی اور عظیم انسان نہیں
بن سکتے۔

اس مہلک مرض کا صرف یہی علاج ہے کہ ان لوگوں پر ان کی صحیح ذہنی، علمی اور اخلاقی حالت
کو واضح کر دیا جائے۔ لیکن جو شخص ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ اس سے لڑ پڑتے ہیں اور اس
کو اپنا دشمن سمجھنے لگتے ہیں۔ اس لئے ان کا علاج نہیں ہو سکتا۔ روحانی طور پر ان کا علاج صرف
اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ کافی عرصہ تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہیں۔ اس کی ہدایات کو بے چون و
چرا صحیح مان لیں اور وہ جو کچھ حکم دے اس پر اندھوں کی طرح عمل کریں۔ لیکن ان کا اصل علاج تو
اس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ان سے بے پناہ اور سچی محبت کرے اور جب وہ اس کی محبت کا
یقین کرنے لگیں اور اس کو اپنا حقیقی خیر خواہ سمجھنے لگیں تو رفتہ رفتہ ان کی خامیوں اور عیبوں کو
بالواسطہ طریقے سے ان پر ظاہر کرے۔ انشاء اللہ ان کی اصلاح ہو جائے گی۔

(5) پانچویں رکاوٹ دولت و ثروت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو طرح سے آزماتا ہے۔
ایک مفلسی اور مصیبتیں دے کر دوسرے دولت اور آرام و آسائش دے کر۔ حقیقت یہ ہے کہ
دولت و ثروت کی آزمائش مفلسی اور غربت کی آزمائش سے کہیں زیادہ کٹھن اور دشوار ہے۔
مفلسی اور غربت میں تو قدرتاً اللہ یاد آتا ہے اور انسان سب طرف سے مایوس ہو کر اللہ ہی کی
طرف جھکتا اور اسی سے مدد مانگتا ہے جب کہ مال و دولت کی فراوانی اور عیش و آرام کی زندگی میں
انسان سرے سے خدا کو بھول ہی جاتا ہے۔ دولت مند انسان گناہوں کے تمام اسباب نہایت آسانی

ے حاصل کر سکتا ہے۔ پھر اس کے گرد بہت سے خوشامدی اور مفت خور سے جمع ہو جاتے ہیں جن کا فائدہ ہی اس میں ہے کہ اس کے لئے گناہوں کے سازو سامان مہیا کریں مثلاً" شراب' جوا' زنان بازاری وغیرہ۔ چوبیس گھنٹے ان خرافات یا روپیہ کمانے کے مشاغل میں گذرتے ہیں۔ خدا کو یاد کرنے کی فرصت اسے کہاں نصیب ہوتی ہے۔ جب حالت یہ ہو اور ہر گھڑی ہر وقت بات بات پر آمنا و صدقنا اور جی حضور کہنے والے موجود ہوں تو کبر و غرور کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ اب وہ عام انسانوں کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔ دوسری طرف مزید دولت کمانے کی دھن میں وہ طرح طرح کے ناجائز وسائل بھی اختیار کرتا اور دن بدن گناہوں اور بداخلاقی کے جال میں جکڑا چلا جاتا ہے۔ دنیا کی ہوا و حرص میں جھوٹ بولنا' لوگوں کو دھوکے دینا اور دوسروں کا مال غصب کرنا اس کی عادت بن جاتا ہے۔ اب بتائیے کہ ایسے آدمی کو روحانیت اور بزرگی بھلا کیسے مل سکتی ہے۔ اگر خدائے رحیم و کریم دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں آگ کے عذاب ہی سے بچالے تو یہ محض اس کا فضل و کرم ہی ہو گا۔

حضور اکرم ﷺ نے جہاں غربت و نکبت سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا علاج یہ بتایا ہے کہ تم اپنے سے کمتر اور زیادہ مفلوک الحال لوگوں پر نظر رکھو وہاں امارت و ثروت کی برائیوں سے بچنے کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے سے برتر اور اپنے سے زیادہ دولت مند لوگوں کو دیکھو اور ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ مال و دولت کے لحاظ سے تو تمہاری کوئی خاص حیثیت ہی نہیں۔ ہزاروں لاکھوں آدمی تم سے کہیں زیادہ دولت مند ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جن کی زندگی نہایت پاک و صاف اور ہر عیب سے مبرا ہے۔ اس طرح ممکن ہے کہ تمہارے دل میں جو کبر و غرور ہے وہ ختم ہو جائے اور تم نیک انسان بن جاؤ۔ دولت و ثروت کی خرابیوں سے بچنے کے لئے سب سے پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ تم خوشامدیوں' چاپلوسوں اور مفت خوروں کی صحبت سے بچو اور ان کو اپنے پاس بھی نہ پھٹکنے دو۔ جس دن سے اس کرہ ارض پر تمدن کی بنیاد پڑی ہے اس دن سے آج تک دنیا کے کسی ملک اور کسی قوم کا لٹریچر اور تاریخ اٹھا کر دیکھ لو ہر جگہ تم کو یہی نظر آئے گا کہ اس قسم کے بدقماش' حاشیہ نشین اور شوربہ چٹ لوگ امرا کے گرد صرف اپنی ذاتی منفعت کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں ہوتا جو نیکی کی راہ دکھائے یا مصیبت کے وقت کام آئے۔ دولت کی برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے دوسرا قدم یہ اٹھانا چاہئے کہ اچھے' نیک اور صالح آدمیوں کی صحبت میں بیٹھو۔ کسی کامل بزرگ کی

خدمت میں حاضری دیتے رہو تاکہ جو خامیاں پیدا ہوں ان کا ازالہ ہوتا رہے اور دل پر جو زنگ
ہے وہ صاف ہو جائے۔ تیسرا قدم یہ ہے کہ غصہ اور نفرت کی نفی کرنے کی برابر کوشش کرتے رہو،
خلق خدا سے محبت اور غریب انسانوں کی خدمت کرو۔

اسلام دولت کمانے اور سونے چاندی کے انبار جمع کرنے کو منع نہیں کرتا لیکن وہ یہ ضرور کہتا
ہے کہ تم یہ دولت اپنے ذاتی عیش و آرام کے لئے جمع نہ کرو بلکہ خدا کے لئے قوم کی ضروریات پر
خرچ کرنے کے لئے جمع کرو۔ اس روپیہ میں سے تم زکوۃ نکالو۔ غریب اقربا' یتمی اور محتاج افراد کی
تکالیف کو دور کرنے کے لئے خرچ کرو اور اس طرح دولت کو غربا پر صرف کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ "اللہ کو قرض حسنہ دو" تو جو لوگ اس نیت سے دولت جمع کرتے ہیں اور اسی طرح
خرچ بھی کرتے ہیں وہ تو خیر ہی خیر کرتے ہیں اور ثواب ہی ثواب کماتے ہیں۔ اس دولت سے ملکی
دفاع کے لئے بڑی بڑی فوجیں کھڑی کرو' ان کے لئے جدید ترین قسم کے آلات اور ہتھیاروں کو
بنانے کے لئے کارخانے قائم کرو۔ ہمارے امراء اور صنعت کاروں کو یاد رکھنا چاہئے اور ہر وقت یاد
رکھنا چاہئے کہ جس ملک پر کوئی دشمن قبضہ کرتا ہے اس ملک کے امیروں کی بھی سب دولت چھین
لیتا ہے۔ ان کا عیش و آرام مٹی میں مل جاتا ہے اور وہ ذلیل و خوار اور کوڑی کوڑی کے لئے محتاج ہو
جاتے ہیں۔

(6) چھٹی رکاوٹ جذبات ہیں! انسان میں بیسیوں قسم کے جذبات پیدا کئے گئے ہیں۔ اچھے
بھی اور برے بھی۔ سالک کو چاہئے کہ وہ اچھے جذبات پر عمل کرے اور برے جذبات کو کچل کر رکھ
دے۔ برے جذبات کو قابو میں رکھنے اور کچلنے کے لئے صرف قوت ارادی اور قوت برداشت پیدا
کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور طاقت ور بنانے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کو حاصل
کرنے کے لئے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم میں صرف دو باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غصہ کو
بالکل نفی کر دو' دوسرے یہ کہ کسی سے نفرت نہ کرو۔ اس کے متعلق "تعمیر ملت"' "طریقت
توحیدیہ" اور پچھلے سال کے خطبے میں کافی تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کا اعادہ تحصیل حاصل
ہے۔ حلقہ کے جو احباب اس پر عمل کرتے ہین وہی اس کے فوائد کو سمجھ سکتے ہیں لیکن جو بار بار
بتانے اور سمجھانے کے باوجود عمل نہیں کرتے ان کو اب پھر وہی بتانا اور کہنا ضیاع اوقات ہے۔
مندرجہ بالا رکاوٹوں کے علاوہ دو اور رکاوٹیں قابل ذکر اور قابل توجہ ہیں۔ ان میں سے ایک غرور
ہے دوسری غلط فہمی۔ (جاری ہے)

عالم اسلام کو درپیش مسائل

(کے ایم اعظم)

1974ء میں لاہور میں منعقدہ عظیم الشان اسلامی سربراہی کانفرنس نے مسلم امہ میں ارتعاش سا پیدا کر دیا اور وہ پر امید ہو گئی کہ اس کا بے کسی و مسکنت کا دور اب ختم ہونے کو ہے۔ انہی ایام میں میری تعیناتی اقوام متحدہ کے دفتر اقلیمی، قاہرہ میں ہو گئی اور اس طرح عالم اسلام کے دل میں بیٹھ کے عالمی بساط پر کھیلی جانے والی چالوں کا عینی شاہد بن گیا۔

مسلمان ممالک نے اپنے تیل کے ذرائع پر اپنی حقیقی ملکیت قائم کرتے ہوئے، تیل کی قیمتوں میں گیارہ گناہ اضافہ کر دیا اور کھلی منڈی میں طلب و رسد کے اصول کے مطابق ان میں دن بدن اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ دولت کا رخ ایران اور عرب ممالک کی طرف ہو گیا، جس کے طفیل وہاں بے پناہ خوشحالی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ پھر 1979ء کے ایران کے اسلامی انقلاب نے یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھا دی۔ اقوام متحدہ کے گورے محرر ہمیں اٹھ اٹھ کر سلام کرنے لگے۔ ان ہی دنوں میں لبنان کی ایک نازک اندام دوشیزہ نے تین سو سے زائد امریکی موٗ لنز کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور امریکی لبنان سے دم دبا کر نکل بھاگے۔ انہی ایام میں روم میں منعقدہ ایک اجلاس کے دوران میں نے اپنے ایک امریکی ڈائریکٹر کو یہ کہہ کر دبکا دیا کہ اب دنیا میں آسان ترین کام امریکیوں کی پٹائی ہے۔ مگر یہ تبدیلی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ امہ کی امیدیں ٹوٹنے لگیں اور اس کے خواب پریشان ہونے لگے۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ کے دو موثر داعی، ذوالفقار علی بھٹو اور شاہ فیصل مغربی سازشوں کا شکار ہو گئے۔ مغرب نے بڑی محنت اور حکمت سے عالم اسلام پر ایک بار پھر اپنا تسلط مستحکم کر لیا۔ اقوام متحدہ کے محرروں نے ہم سے پھر اپنی پرانی بے رخی اختیار کر لی۔

میرا دیرینہ سوال کہ خاتم الرسل، رسول عالی مرتبت ﷺ کی، قافلہ عشق بلا خیز کی وارث امت اتنی بے کسی و فرومایہ کیوں ہے؟ ایک بار پھر شدت کے ساتھ ابھر کر سامنے آیا۔ اس ابتلا کے بعد اللہ نے توفیق دی اور میں جانفشانی سے اس سوال کا جواب تلاش کرتا رہا۔ شعور و فہم پر پڑے پردے ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ ایک سوال یہ تھا کہ عالم اسلام میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے نام پر

اٹھنے والی تحریکیں آخر کامیاب کیوں نہیں ہو رہی ہیں؟ حالانکہ بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قر
پاکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کے پہاڑ ضائع ہو گئے۔ اب جب کہ پاکس
مختلف رنگ کی اسلامی جماعتوں کے سالانہ اجتماعات میں تقریباً 30 لاکھ سرگرم کارکن جمع ہو
ہیں تو وہی سوال پھر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ اتنی بڑی اسلامی حرکت کے باوجود ہمارے اس
عزیز کے حالات سال بہ سال 'ماہ بہ ماہ' دن بدن بدتر کیوں ہوتے جا رہے ہیں' ہماری تبلیغ اتن
بے اثر کیوں ہے؟ ہمارا جہاد رائیگاں کیوں جا رہا ہے؟ آخر کیا کمی ہے جس کی وجہ سے ہمارا
اسلامی مشن کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو رہا؟ اللہ جل جلالہ اور رسول عالی مرتبت ﷺ کے نا
معرض وجود میں آنے والی اس مملکت خداداد میں ختم الرسل ﷺ کا دین قیم آخر رائج کیوں نہ
ہو پا رہا؟ گزشتہ پچاس سالوں میں کئی ایک بار نفاذ اسلام کی پرجوش تحریکیں اٹھیں مگر سب کی سب
تو زمینی حقائق کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں یا پھر دینی اکابرین کے ذاتی مفادات
نذر ہو گئیں۔ دوسرے الفاظ میں نفاذ اسلام کے بلند بانگ نعرے تو لوگوں نے بارہا سنے مگر نتیجہ
بھی نہ دیکھا۔ ان حالات میں پاکستان میں ایک تشویشناک روش دیکھنے میں آ رہی ہے اور وہ
لوگوں کی اسلام سے روز بروز بڑھتی ہوئی بیزاری۔ جب اسلام عوام کے مسائل حل نہ کر پائے
لوگوں کا اس کے بلند بانگ نعروں سے بیزار ہونا ایک قدرتی ردعمل ہو گا۔ دوسری طرف
مروت' رجعت پسند اور متشدد اسلامی تحریکیں لوگوں کو دین سے قریب لانے کی بجائے دور کر رہ
ہیں۔ صدیوں پر محیط ناکامیوں کے بعد مسلمان اپنے دین اور اپنے آپ سے بددل اور ناامید ہو
ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی تبدیلی کا آسان راستہ بھی بتائے تو وہ یقین نہیں کرتے اور ان کی توجہ
آسانیوں کی بجائے مشکلات پر مرکوز رہتی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت تو فقط تقریباً ایک سو احکامات پر مبنی ہے جسے ایک
قلیل مدت میں بعد از تدوین رائج کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنے کے لئے مقننہ میں تین چوتھا
اکثریت کی بھی ضرورت نہیں۔ جب کہ فقہ کی تدوین تو ایک محنت اور وقت طلب کام ہے جو
بتدریج ہی ہو سکتا ہے۔ شریعت اور فقہ میں فرق نہ کر کے ہمارے علماء اور دانشور ملی انتشار کا باعث
بن رہے ہیں اور بیچارے عوام اتنا بھی نہیں جانتے کہ پندرھویں آئینی ترمیم نفاذ شریعت کا ل

تھی صرف شریعت نافذ کرنے کے ارادے کا اظہار تھی۔ مجھے اس امر کا شدت سے احساس تھا کہ ایک بار پھر ہمارے حکمران وقت اسلام کے لئے مزید بد دلی پھیلا دیں گے اور ہوا بھی یہی کہ سابق وزیر اعظم نے شریعت بل کا قضیہ کھڑا کر کے اسلام کو ایک بار پھر نزاعی سیاسی مسئلہ بنا دیا حالانکہ ایسا کرنے کی ان کو چنداں ضرورت نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اچھے بھلے روایتی مسلمان بھی شریعت کے خلاف زہر افشانی کرنے لگے۔ قوم کو اس ناپسندیدہ صورت حال سے بچانے کے لئے میں نے نفاذ شریعت کا ایک آسان اور مفصل طریق کار روزنامہ نیشن مورخہ 12 اور 19 جولائی اور نوائے وقت مورخہ 21 تا 24 جولائی 1998ء میں پیش کیا تھا' جو بعد میں دنیا کے کئی ایک اخبارات اور مجلات میں بھی شائع ہوا۔ مگر مجال ہے کہ ہمارے اہل حل و عقد نے اس پر ذرا بھی توجہ فرمائی ہو۔ مسائل کا حل تو کبھی بھی ہمارے حکمرانوں کا وطیرہ نہیں رہا۔ ان کا واحد مقصد حیات تو اپنے اقتدار کا دوام اور اپنے ذاتی دشمنوں کا زوال ہوتا ہے۔

پاکستان کو معرض وجود میں آئے نصف صدی بیت چکی ہے۔ اس طویل عرصے میں اسلام کے آفاقی نصب العین کی طرف پیش رفت تو درکنار' ہم نفاذ اسلام کا مرحلہ بھی نہ طے کر پائے۔ چنانچہ ہم دنیا کو یہ بتانے کے بھی قابل نہیں کہ اسلام' اقتصادی اور معاشرتی مسائل' جو آج کے انسان کو درپیش ہیں اس طرح حل کرتا ہے۔ عملی مثال کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی اسلام کے متعلق ہمارے بلند بانگ نعروں پر اعتبار نہیں کرتا۔ آج تو حالات اس ڈگر کو پہنچ گئے ہیں کہ ملک میں دہشت گردی اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ مسجد تک محفوظ نہیں رہیں اور اسلام وحدت سازی کے اعتبار سے بے اثر ہوتا جا رہا ہے۔ اگر وحدت خیز قوت کی حیثیت سے اسلام پاکستان میں ہی بے اثر رہ گیا تو دنیا میں انسانی اخوت کی ایک عالمگیر تحریک برپا کرنے میں کیا کردار کر سکے گا۔ قومی طور پر قومیت اور مادیت سے مغلوب مسلمان اسلام کی آفاقیت کو صحیح تناظر میں دیکھنے سے قاصر ہیں اور انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صحیح مسلمان بس ایک روایتی مسلمان ہوتا ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اس پس منظر میں انسان دوستی' احترام آدمیت اور ظلم کے خلاف جہاد کے اسلامی نظریات کا علم اب ان قوموں نے اٹھا لیا ہے جن کی وطنی قومیت اور دہریانہ مادہ پرستی نے دنیا میں ہر سو ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

ہمارے لئے غور و فکر کا ایک نہایت ہی اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ چلیں انگریزی زبان ...
یافتہ طبقہ کی ناقص تعلیم و تربیت کے لئے تو ہم انگریزوں کو ملعون قرار دے سکتے ہیں لیکن اگر ...
مشائخ اور علماء کا کردار ہی قابل ستائش نہ ہو تو اس کے لئے کسے ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ اس ...
میں ایک غور طلب بات یہ ہے کہ مسلمان ہندوستان میں تقریباً آٹھ سو برس حکمران رہے ...
طویل دور میں ملک ہمہ وقت اسلام کی درخشاں ہستیوں سے فیض یاب رہا مگر ان میں سے ...
نے بھی کسی اسلامی جماعت کی داغ بیل نہ ڈالی اور نہ ہی سرفرازی اسلام کے لئے کوئی تحریک ...
گئی مگر ان علماء، فقہا اور صوفیا نے اپنے اخلاق، تقویٰ اور بے غرض ایثار کی ایسی مثالیں ...
کہ اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد وہ آج بھی مسلمانوں کے دلوں کو گرماتی ہیں۔ ہمارے اسلامی ...
اسلام کے چلتے پھرتے نمونے ہونے چاہئیں۔ جب ہمارے علماء اور مشائخ ہی طاغوت کا ...
جائیں گے۔ تو ان کے منہ سے دین کی بات دین کو بدنام کرنے کے مترادف ہو گی۔ جب تک ...
تحریک کے داعی قیادت کے کردار اعلیٰ اور ارفع نہ ہوں گے اور ان کی زندگیاں تحریک کے ...
مقاصد سے مطابقت نہ رکھیں گی، تو اس وقت تک اس تحریک کی کامیابی کی امید نہیں کی جا ...
پاکستان کی اسلامی تحریکوں میں یہ روایت زور پکڑ گئی ہے کہ وہ بند کمروں میں بھی اپنی ...
کرتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کیونکہ وہ ظاہراً اسلامی کام کر رہے ہیں اس ...
انہیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہے، جیسے انصاف کا ترازو اللہ کے ہاتھ میں نہیں ان کے اپنے ...
میں ہو۔ زمینی حقائق تو یہ پتہ دے رہے ہیں کہ وہ اب تک رضوان اللہ کے حصول میں ...
نہیں ہوئے ورنہ جب اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو کسی اور کی خوشنودی کی ضرورت ...
نہیں رہتی۔

دراصل ہمارے علماء کی خود پرستانہ اور ذاتی مفادات کی طرف مائل تفسیریں اور ...
ترجیحات موجودہ دور کے بڑے بت ہیں۔ دینی جماعتیں اور فرقے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ...
مرتبت ﷺ سے زیادہ توجہ اپنے لیڈر یا امیر کو دیتے ہیں۔ ان کے اجتماعوں میں اللہ تعالیٰ اور ...
کے رسول عالی مقام ﷺ سے بڑھ کر ذکر ان کے اپنے حضرت یا مولانا کا ہوتا ہے۔ مختلف ...
جماعتوں اور تحریکوں کا یہ رویہ امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ اور اصل میں ...

بڑھ ہے۔ ہر جماعت صرف اپنے آپ کو دین کا سچا محافظ خیال کرتی ہے اور ان جماعتوں کے کارکنوں کا خود ستائی و پارسائی کا مغرورانہ رویہ مسلم عوام کو اپنے دین سے دور کر رہا ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہ مولانا حضرات امت کو متحارب فرقوں میں بانٹ کر ان ہی میں تفرقہ ختم کرنے کے لئے روز بروز آپس میں ملتے بھی رہتے ہیں۔ شاید ہمارے ایسے ہی زعما کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے ان کو گمراہ کرنے کے لئے میری یہ کتاب ہی کافی ہے (سورۃ ال عمران 7)۔ ان دینی زعما کا ایک اور المیہ یہ ہے کہ وہ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ (سورۃ الصف: 9) اور عوام سے جھوٹے وعدے فرما کر اپنے آپ کو اور اپنے دین کو بدنام کرتے ہیں۔ اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں وہ اہداف اور اسباب میں تمیز کرنے سے قاصر رہتے ہیں' مثلاً" اس دور میں ان کی اولین توجہ ربا کے خاتمے پر مرکوز رہتی ہے حالانکہ ربا کا خاتمہ ان کئی طریقوں میں سے ایک ہے' جن کو ایک عدل و مساوات پر مبنی اسلامی معاشرہ کے قیام کے سلسلے میں بروئے کار لانا ہو گا۔

اسلام کا مقصد ایک ایسا معاشرہ کی تشکیل ہے جس کے تحت انسان کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہ رہے اور اللہ کے سوا اسے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو حاجت نہ ہو اور وہ جب حصول رزق کے لئے اپنے گھر سے نکلے تو اس کی اپنی اہلیت و قابلیت کے سوا کوئی اور رکاوٹ اس کے راستے میں حائل نہ ہو۔ اگر اس میں کوئی کمی من جانب اللہ ہو تو ریاست کا نظام احسان وہ کمی پوری کردے۔ معاشرتی و معاشی نظام ایسا ہو کہ اسے تعلق باللہ کی نشوونما کے لئے بھی فراغت مل جائے' جس کی برکت سے اس میں فقط اپنے حقوق کی بجائے' اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا شعور اجاگر ہو جائے۔

اسلام زمین کے ساتھ انسان کے تعلق کو اتنا اجاگر نہیں کرتا تاکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق ماند پڑ جائے اور وہ دنیا کا ہی ہو کے رہ جائے۔ اسلام رنگ و نسل و زبان اور وطنیت کی نفی کر کے توحید کی بناء پر ایک روحانی ذہن رکھنے والی قوم کی تشکیل کا خواہاں ہے۔ اسلام زمین اور خون کے رشتوں کی بجائے انسانی وحدت کو ایک مشترکہ نصب العین' عالمگیر اخوت انسانی اور احترام آدمیت کے اصولوں پر استوار کرنا چاہتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ شریف ہے۔ "الخلق عیال اللہ" وطنی قومیت' دین و ریاست کی دوئی اور دہریانہ مادہ پرستی دور حاضر کے تین فتنے ہیں۔ یہ تینوں فتنے

ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ لادینیت ہی مادہ پرستی کی اساس ہے اور مادیت کا وطنی قومیت
ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مادیت سے ہی غلبہ بالقوہ کا تصور ابھرتا ہے، جو تشدد کو جنم دیتا ہے
جب مادیت زیادہ زور پکڑتی ہے تو وطن پرستی سے نسل پرستی، علاقہ پرستی، مسلک پرستی اور
پرستی کی طرف سفر کرتی ہے اور پھر اللہ کی زمین پر ہر طرف فساد برپا ہو جاتا ہے اور وہ عبادت گاہیں
جن میں صبح و شام اللہ کا نام لیا جاتا ہے، تباہ و برباد ہو جاتی ہیں (سورۃ البقرہ 114)۔ ہماری قوم تعبیر
دو بنیادی غلطیوں کی وجہ سے پریشان حال ہے اور اسے مسلسل کوشش کے باوجود قومی انحطاط کا
حل نظر نہیں آرہا۔ پہلی تعبیری غلطی ہمارے ممدوح سرسید احمد خان سے ہوئی جب انہوں نے
رسول ہاشمی کی ترکیب کو اقوام مغرب پر قیاس کر کے اسے زوال سے نکالنے کا جو طریق کار
پرستی، ملازمتوں کے حصول اور انگریزوں کی رضاجوئی کی شکل میں پیش کیا وہ دور اندیشی اور تاریخ
کے عمیق فہم پر مبنی نہ تھا۔ ان کی تحریک کا مہلک نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانان ہند اپنے شاندار اور
ماضی سے آہستہ آہستہ دور ہو گئے۔ ایک اجنبی زبان کے ذریعے تعلیم و تدریس کے فیصلے نے برصغیر
کے باشندوں کو ذہنی مرعوبیت اور مغلوبیت کا شکار کر کے ان کی تربیت کے سلسلے میں بڑی حد تک
منفی کردار ادا کیا۔ قوم ابھی اس ضرب شدید سے سنبھلنے نہ پائی تھی کہ ہمارے دینی زعمانے تعبیر کی
ایک اور دوررس غلطی کر دی۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہمارے
آباؤ اجداد اور سیاسی و دینی رہنماؤں پر مغربی ترقی و تسلط کا رعب اس قدر تھا کہ وہ اپنی سیاسی نجات
کے لئے مغربی طریق کار کو اپنائے ہوئے تھے۔ وہ مغربی انداز فکر بالخصوص نظریہ آئیڈیالوجی سے
بہت متاثر تھے، جس کے تحت افراد کی تھوڑی سی تعداد نے مختصر سے عرصے میں یورپ کے کئی ایک
ملکوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ یہ مغربی ترقی و تسلط کا اثر تھا کہ ہمارے سیاسی، علمی اور دینی زعمانے
مغربی فکر کو تقریباً کلی طور پر اپنا لیا، یہاں تک کہ تاویل کے ذریعے قرآن کے ابدی پیغام کو مغربی فکر
کے ہم آہنگ کرنے کی مسلسل کوششیں کی گئیں۔ ان کے مغرب کی طرف فکری جھکاؤ نے ان کو
آئیڈیالوجی کی اساس پر غلبہ اسلام کے تصور سے روشناس کروایا۔ یہ اسی سیکولر فکری روایت کا اثر
ہے کہ ہمارے دینی زعما اب بھی سسٹم یا نظام کی بات کر رہے ہیں اور انہیں اس بات کا احساس نہیں
کہ ایک مسلمان کے لئے اس کی باطنی اور ظاہری قوت کا راز تعلق باللہ میں ہے۔ مسلمانوں کی

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اگر ان کے حکمرانوں کا اللہ کے ساتھ تعلق برحق تھا تو ہر قسم کے سیاسی نظاموں یا اداروں نے اچھے نتائج پیدا کئے اور جب کبھی یہ تعلق ماند پڑ گیا تو کبھی ادارہ بشمول خلافت اچھے نتائج پیدا نہ کر سکا۔

ہمارے اکابرین کی اس فکری روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے مسلمان نظریاتی معاشرتی اور روحانی بحران کا شکار ہو گئے، جس سے ہم آزادی کے ترپن سالوں بعد بھی نکل نہ پائے۔ شاید ہمارے دینی اکابرین کو تاریخ کا ایک ازلی سبق یاد نہیں رہا کہ وہ قومیں جو موت سے نہیں ڈرتیں، اللہ انہیں حکمران بنا دیتا ہے اور وہ قومیں جو موت سے ڈرتی ہیں انہیں محکوم۔ دراصل توحید ہی انسانوں کو صحیح معنوں میں آزاد کرتی ہے اور وہن ان کو غلام بنا دیتا ہے۔ جب تک ہم پاکستانی اپنے دلوں کو اس ازلی حق سے آشنا نہ کر لیں گے ہم ذہنی غلامی، حلقہ بگوشی، محتاجی اور اطاعت غیر کے گورکھ دھندوں میں مقید رہیں گے۔ تعبیر کی ان دو بنیادی غلطیوں کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ جب تک ہم تعبیر کی ان دو بنیادی غلطیوں کی بھول بھلیوں سے نہیں نکلیں گے قومی سلامتی اور دینی فضیلت کا راستہ ہماری نظروں سے اوجھل رہے گا۔

عالم اسلام میں دینی فکر و عمل کی تین لہریں بہ رہی ہیں جن کا عمیق فہم آئندہ کے لئے ایک مثبت لائحہ عمل مجوز کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ دنیا میں اسلام کا نفاذ دو متحارب قوتوں کا شکار ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے مغرب زدہ دانشور ہیں، جو مسلمانوں کے مسائل کو مغربی تاریخی پس منظر میں ہی دیکھنے کے عادی ہیں اور ان کے حل بھی مغربی تصورات کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کچھ لوگ مغربی انداز فکر کی اندھادھند تقلید کرتے ہیں کیونکہ ان کے ناقص خیال میں جو شے بھی مغرب سے آتی ہے وہ بہر حال اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے۔ دوسری طرف قدامت پسند، بنیاد پرست مقلد مسلمان ہیں جو اسلام کی حقیقی اقدار سے ناآشنا ہیں اور فقط اسلام کی تاریخی روایت سے ہی مستقبل کے لئے راہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کا یہ غلط نقطہ نظر اسلام کو ایک سخت اور بے لوچ مذہب بنا دیتا ہے، جو صحت مند معاشرتی ترقی کے تقاضوں کے متضاد ہے، رجعت پسند مقلد مسلمانوں کے لئے اسلام تو ان سب فرسودہ روایات کی نمائندگی کرتا ہے، جن کے تحت انہوں نے اپنی زندگیاں گزاری ہیں۔ بلکہ ایک ایسی چیز کے تعاقب میں ضائع کر دی ہیں، جس

کو وہ درجہ اول میں دیکھتے تھے حالانکہ وہ سراسر ناقص تھی۔ یہ قدامت پسند مسلمان اسلام ا
روایتی اسلام میں فرق نہیں کرپاتے اور اس وہم میں مبتلا ہیں کہ اسلامی ریاست کا پہلا فریضہ یہ ہو
کہ وہ ان تمام فرسودہ روایات کو قانونی تحفظ فراہم کرے جن کے وہ عادی ہیں۔ دوسرے الفاظ م
ستم ظریفی یہ ہے کہ قدامت پسند طبقات اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلام کی بقا ان ہی فرسو
رسوم و روایت میں ہے، جن کی بے لچک سختی کی وجہ مسلمان حقیقی اسلام کے اصولوں کے مطا
زندگیاں بسر کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ احساس بالکل نہیں ہے کہ ان کی تغ
تبدیلی (جس پر قرآن میں بہت زور دیا گیا ہے) کی بے جا مزاحمت ان گنت مسلمانوں کو لاچار مغرب
کی نقالی کی طرف دھکیل رہی ہے۔

بنیاد پرست علما منطق کی غلط علت کا شکار ہو رہے ہیں، جس کے تحت وہ اس غلط فہمی میں مب
ہیں کہ سطحی طور پر قدیم اسلامی اداروں کو واپس لانے سے ہی انسانی حالات میں خود بخود تبدیلی
جائے گی۔ چنانچہ یہ علماء کردار، اخلاق اور روحانیت کی نسبت ظاہری شکل و صورت اور رسوم
زیادہ زور دیتے ہیں۔ ان کا یہی رویہ انہیں سیاست کے میدان پرخار میں لے گیا، جس کے نتیج
میں 'نفاذ اسلام ایک قومی مسئلہ کی بجائے ایک سیاسی مسئلہ بن گیا۔ دراصل علماء کا اصل کام تعلیم او
کردار سازی ہے اور انہیں عملی سیاست میں حصہ لے کر اپنی تخلیقی توانائیوں کو ضائع کرنے ک
بجائے، اپنی ساری توجہ انسان سازی پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ مصر کے سید قطب نے کیا خوب کہا
کہ "شریعت اسلامی معاشرہ قائم نہیں کرتی بلکہ اسلامی معاشرہ شریعت کو قائم کرتا ہے"۔

ان دو متحارب گروہوں کی کشمکش کی وجہ سے ان لوگوں کا کام کمزور پڑ جاتا ہے جو اسلام کی ایک
روشن خیال اور روحانی تعبیر کے خواہاں ہیں اور جو عہد عتیق کے ساتھ پرجوش تعلق قائم رکھ
ہوئے اسلامی معاشرہ کو جہان نو کی طرف قوت آفریں حرکت دینا چاہتے ہیں۔ رجعت پسند علماء
مفادات کے پیش نظر اس مقتدر گروہ کو بھی آزاد خیال، مغرب زدہ اور فرنگی گزیدہ گروہ کے ساتھ
دیتے ہیں۔ جن کا مطمح نظر ایک انحرافی، سرمایہ دارانہ اسلام کو رائج کروانا ہے۔ اس زمانہ میں عا
اسلام مغرب کے ہشت پہلو حملے کے شکنجے میں بری طرح پھنسا ہوا ہے اور وہ اس کے سب ادار
اور قدروں کو پامال کرنے کے درپے ہے۔ اگر عالم اسلام اس مغربی یلغار کا فوری مقابلہ ایک

منظم اور مربوط جوابی کارروائی سے نہیں کرے گا تو آئندہ آنے والی صدیوں میں اسلام کی حیثیت بجائے ایک قابلِ عمل نظامِ حیات کے ختم ہو کے رہ جائے گی۔ اور یہ جوابی کارروائی مسلمانوں کے ذہین اور روشن خیال طبقات ہی کر سکتے ہیں نہ کہ کوتاہ خیال، رجعت پسند اور مفاد پرست طبقات، جو اسلام کے ظاہری اور رسمی اجزا پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اس کے باطنی، حقیقی جوش و جولان پر نہیں۔ دراصل مغرب بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسے رجعت پسند مسلمان ہی آگے آئیں کیونکہ اس کے خیال میں ایسے مسلمان اسلام کی بدنامی کا باعث بن کر انجانے میں مغربی مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمان قوم اور معاشرہ کی مشکل یہ ہے کہ اس کے اندر اپنے آپ کو دھوکہ اور فریب دینے کی صلاحیت بہت ہے۔ ہر گروہ اور طبقہ، شاید بلا سوچے سمجھے، اپنے ذاتی مفادات کو اسلام کے مفادات کے ساتھ گڈمڈ کرتا رہتا ہے۔ عالم اسلام میں ایک بار پھر حقیقی اسلام رائج کرنا کوئی آسان کام نہ ہو گا کیونکہ صدیوں پر محیط سامراجی تسلط نے مسلمانوں کی معاشرتی قوت، فکری توانائی اور خود اعتمادی کو بری طرح مجروح کر دیا ہے۔ نتیجتاً مسلمان اشرافیہ کا بیشتر حصہ مغربی طرز فکر اور مغرب کے سیاسی اور معاشی تصورات سے مغلوب ہو کر اسلامی طرز فکر کو اپنانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔ دور حاضر کی بیشتر مشکلات مغربی تصورات کو اسلامی نظریات کی غلط تعبیروں سے گڈمڈ کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔ دور حاضر کے مسلمانوں کی لکھی ہوئی اکثر تحریریں عموماً مغربی معاشرتی اور سیاسی تصورات کو اپنائے ہوئے نظر آتی ہیں، جو اسلامی نظریات کے بالکل برعکس ہیں۔ ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اسلام کے اصلی ماخذوں، قرآن اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کر کے اسلامی معاشرہ کے خدوخال کا از سر نو تعین کریں۔ کیا یہ نہایت ہی افسوسناک بات نہیں کہ ایک سادہ سی حقیقت ابھی تک ہماری نظروں سے اوجھل ہے کہ خلافت مدینہ اس لئے کلی طور پر اسلامی تھی کہ اس کا مکمل انحصار قرآن اور سنت رسول ﷺ پر تھا اور اس کے فکر پر بعد کے کلامی اور فقہی علم کا ملمع نہیں چڑھا تھا۔ اگر ہم صحیح اسلامی نظام رائج کرنا چاہتے ہیں تو پھر بطور پہلے قدم کے ہمیں اللہ کے ازلی قانون کو جو فقط قرآن اور رسول اکرم ﷺ کے واضح اور شفاف احکامات پر مبنی ہے، بعد کے انسانی فکر سے آزاد کرنا ہو گا۔ مسلمانان عالم کی بقا اسی میں ہے کہ ان میں سے ہر کوئی علامہ اقبال کی آرزو، یقین اور ارادہ کو اپنی روح کی گہرائی سے اپنا لے۔ بشکریہ نوائے وقت

خلفاء راشدین کی باہمی رواداریاں

(منشی عبدالرحمان

حسن شرافت!

حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور خلفائے ثلاثہ کے مابین بہت گہری محبت و الفت اور موانست تھی بغض و عناد نہیں تھا ان کی باہمی رواداریوں پر نامور مصری مورخ و نقاد محمود عباسی العقاد اپنی معروف "عفریت امام" میں لکھتے ہیں۔

"آپ حضرت علی ؓ کا جو خطبہ بھی چاہیں اٹھا کر دیکھ لیں اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہ ملے گا جس سابق خلفاء کی تنقیص ہوتی ہو بلکہ اس کے برعکس ہمیں یہ ملتا ہے کہ حضرت علی ؓ نے تینوں خلفاء کے زمانہ ہائے خلافت میں اپنی مخلصانہ رایوں اور مشوروں سے نوازا۔ ان کے ساتھ جب بھی کوئی مو پیش آیا ہمیشہ شریفانہ طریقہ اور رواداری ملحوظ رکھی۔ حضرت علی ؓ کے متعلق یہ گمان رکھنا کہ وہ خلفاء سے ہمیشہ کھنچے کھنچے رہے درست نہیں اور نہ یہ قیاس ہی میں آنے والی بات ہے۔ انہوں نے خلفاء کے ساتھ جو روادارانہ رویہ رکھا وہ اس بات کی واضح اور کھلی دلیل ہے کہ ان کا سلوک خلفاء ساتھ کس نوعیت کا تھا۔

حضرت علی ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ کے صاحبزادے محمد بن ابوبکر ؓ کو اپنی گود میں لیا اور ان کی پرورش کفالت اس بہتر طریق پر کی کہ وہ آئندہ بڑی بڑی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام گزشتہ تینوں خلفاء کے نام پر ابوبکر، عمر اور عثمان رکھے۔ جو ان کی محبت و مودت اور رواداری کا کھلا ثبوت ہے۔

رفاقت و صداقت

حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے درمیان نہایت بے تکلفانہ تعلقات تھے ان کی باہمی مودت و محبت کا ذہبی ؒ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ

"ایک دفعہ قیس بن عبادہ حصول علم و اخلاق کے لئے مدینہ منورہ پہنچے ایک شخص کو دیکھا کہ دو چادروں میں ملبوس ہے سر پر زلفیں ہیں (دوستوں کی طرح) حضرت عمر ؓ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔۔۔؟

انہوں نے بتلایا کہ علی ؓ ابن طالب ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

اس دوستانہ کی بناء پر بسا اوقات یہ دو اکابر تلاش و جستجو میں دور دراز تک اکیلے نکل جاتے تھے۔ ابو نعیم اصفہانی لکھتا ہے کہ

امیر المومنین عمرؓ کا جب آخری سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا۔ تو ایام حج میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرت اویس قرنی کی تلاش میں عرفات کی طرف سوار ہو کر تشریف لائے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑے ہو کر درخت کی طرف رخ کئے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے اور اونٹ اس کے گرد چر رہے ہیں یہ دونوں حضرات اپنی سواری تیز کر کے اس کی طرف پہنچے اور السلام علیکم و رحمتہ اللہ کہا۔ انہوں نے نماز میں تخفیف کی۔ سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ جواب دیا کہ میں اپنی قوم کا اونٹوں کا چرواہا اور خادم ہوں اور پوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں کیا کام ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ایک شخص اویس نامی کے چند اوصاف بیان کئے۔ وہ آپ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اویس ہیں آپ ہمارے لئے اللہ سے دعائے مغفرت کریں۔

اس پر اویس نے کہا کہ آپ صاحبان کون ہیں؟

"حضرت علیؓ نے جواباً کہا کہ یہ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ ہیں اور میں علی ابن طالبؓ ہوں"

اویس یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر المومنین آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ اے علیؓ آپ پر بھی سلام ہو۔ تم دونوں کو اس امت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ (حلیتہ الاولیا نعیم اصفہانی جلد ۲ صفحہ ۸۲، ۸۱ طبع مصر)

اگر ان اکابر میں محبت و یگانگت نہ ہوتی تو یہ دو دوستوں کی طرح اپنے مطلوب و مقصود کی تلاش میں اس طرح اکٹھے نہ پھرتے۔

حسن احترام

کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر درج ہے کہ

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کا معمول تھا کہ سواری پر سوار ہو کر جا رہے ہوں اور سامنے سے حضرت عباسؓ تشریف لائیں یا ان پر سے گزر ہو جائے تو ان کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے خود سواری سے اتر جاتے اور کہتے کہ ہمارے نبی ﷺ کے چچا تشریف لا رہے ہیں اور حضرت عباسؓ کے ساتھ چل دیتے حتیٰ کہ ان کی منزل تک ان کو پہنچاتے یا اس مجلس تک جہاں انہوں نے پہنچنا ہوتا ان سے جدا نہ ہوتے۔ (کنز العمال جلد ۷، صفحہ ۶۹ طبع اول قدیم)

مزید برآں حضرت عمر فاروقؓ نے

"اموال فئی وغیرہ میں بیت المال کی طرف سے حضرت عباسؓ کا سالانہ وظیفہ مقرر
ہونے کی بناء پر جاری کیا ورنہ عباس بن عبدالمطلب مہاجرین سابقین میں سے نہ تھے
طرح نبی ﷺ و علیؓ کی پھوپھی کا وظیفہ بھی اس وجہ سے مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کی اہلیہ
رکھا۔ (رحماء بینہم جلد ۲ صفحہ ۳۰۸)

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں بنی ہاشم کا بڑا ادب واحترام تھا
تعظیم کبھی کوئی اپنے مخالف کی نہیں کرتا۔ بلکہ دوستوں اور مشفقوں کی ہی کرتا ہے۔

فتویٰ و مشورہ

طبقات ابن سعد میں بسلسلہ تذکرہ ابن عباس درج ہے۔ عطاء بن یسار کہتا ہے کہ حضرت
حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے دوران ابن عباسؓ کو مشورہ کے لئے بلا کر بدری صحابہ کے ساتھ
رکھتے تھے۔ ابن عباس ان دونوں خلفاء کے دور میں فتویٰ دہی کا کام کرتے تھے تاحیات یہ کام جاری

کنزالعمال میں یہ روایت یعقوب موجود ہے کہ

جب کوئی اہم معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آتا تھا تو عبداللہ بن عباسؓ کو مشورہ کے لئے بلاتے
فرماتے تھے کہ اے (علم کے دریا میں) غوطہ لگانے والے غوطہ لگائیے (یعنی گہری سوچ کرکے جواب

طبع پرسی

بنی ہاشم سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو حضرت عمرؓ ضرور اس کی بیمار پرسی کے لئے جاتے بتذکرہ ابن عباسؓ
طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ

"ایک مرتبہ ابن عباسؓ بخار کی تکلیف سے بیمار ہوئے ان کی بیمار پرسی کے لئے حضرت عمرؓ تشریف
لے گئے فرمانے لگے 'اے ابن عباس آپ کی بیماری نے ہمارے کام میں خلل اور نقصان ڈال دیا ہے"۔

فاتحہ خوانی

کتاب الشافی از سید مرتضیٰ شیعی اور شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی میں یہ ذکر موجود ہے کہ "امام
جعفر صادقؒ حضرت ابوبکر و عمر کے ساتھ دوستی اور مودت رکھتے تھے جس وقت سید الاولین والاخرین کی قبر
شریف پر صلوۃ و سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوتے تو ابوبکر صدیق اور ابن الخطاب کی قبور پر بھی سلام
و تسلیم کہتے تھے"

قرابت داری

خلفائے راشدین کی رشتہ داریوں کا سلسلہ جنگ جمل، جنگ صفین اور سانحہ کربلا کے بعد بھی قائم و دائم چلا آیا کیونکہ۔

بنی ہاشم اور بنی امیہ دو حقیقی بھائیوں کی اولاد ہیں۔ ہاشم اور عبدالشمس (والد امیہ) کے زمانہ سے لے کر آنحضرت ﷺ کی بعثت تک کوئی نوے برس سے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس تمام مدت کے دوران ان ہی دونوں خاندانوں میں برابر تعلقات مصاہرت اور رشتہ قرابت ہوتے رہے اور بعث کے بعد جنگ صفین اور کربلا کی خانہ جنگیوں کے بعد بھی برابر یہ رشتے قائم و برقرار رہے اور بڑھے"

بعد واقعہ صفین و کربلا فاطمہ بنت الحسین بن علی کا عقد ثانی عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ جن کے بطن سے جناب حسین کے اموی نواسہ محمد بن عبداللہ بن عثمان تھے جو اپنے اخیافی بھتیجوں محمد المہدی اور ابراہیم ابنائے عبداللہ المحض حسنی کے تعلقات کی وجہ سے گرفتار ہو کر مارے گئے۔

زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی صاحبزادی نفیسہ خاندان بنی امیہ میں سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو بیاہی گئیں۔ اسی ولید بن عبدالملک کی والدہ عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کی دختر تھیں۔

جناب سکینہ بنت الحسین بن علیؓ نے اپنا ایک نکاح حضرت عثمان کے پوتے زید بن عمرو سے کیا تھا۔

ایک اور نکاح بھی اسی خاندان اموی میں اصبغ بن عبدالعزیز مروان سے ہوا تھا۔ مگر پھر تفریق ہو گئی تھی۔

اسی طرح اور بہت سے رشتے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ہوتے رہے۔ خاندانی شرف و اعزاز کیا زمانہ جاہلیت اور کیا اسلام بنی امیہ کو ہمیشہ حاصل رہا۔ جسے خود ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تسلیم کرتا ہے"

(نہج البلاغہ تاریخ کی روشنی میں صفحہ ۸۷، ۸۸ منقول از تاریخ وسیاسیات)

محبت و مودت

قبل از اسلام تفاوت عمر کی وجہ سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے مابین کوئی تعلق داری نہ تھی اسلام لانے کے بعد بفحوائے سیجعل لھم الرحمن ودا حق تعالیٰ نے ان کے دل میں گہری محبت پیدا کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے اپنی دختر حضرت حسینؓ کی ہمشیرہ اور رسول اللہ ﷺ کی نواسی حضرت ام کلثوم کی حضرت عمرؓ سے شادی کر دی۔ جس سے ان کی دینی اسلامی محبت و مودت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ باہمی تعلقات بہت گہرے ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی بیویوں اور صاحب زادیوں سے محرمت قائم ہونے کی وجہ سے زمانہ آمدورفت میں کوئی رکاوٹ نہ رہی۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی حضرت علیؓ ان کے خیر خواہ اور پنجگانہ اوقات نماز باجماعت میں ان کے مقتدی رہے۔

ادب واحترام

حضرت علیؓ حضرات شیخینؓ سے بڑی محبت و عزت سے پیش آتے تھے اور ایک دوسرے کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں "حضرت علیؓ (حضرت عمرؓ کو اس وقت سے جب وہ خلیفہ ہوئے ان کی کنیت سے مخاطب نہ کرتے تھے بلکہ امیر المومنین کہہ کر خطاب کرتے تھے اور یہ بات اسی طرح کتب حدیث و کتب سیرو تاریخ میں بیان ہوئی ہے۔

(شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۲ صفحہ ۶۲۵ مطبوعہ ایران)

حسن یگانگت

خلفائے راشدین زندگی بھر ہم مسلک و ہم مشرب رہے اور ایک دوسرے کی وقعت و عظمت کا کشادہ دلی سے اعتراف کرتے رہے ایک موقعہ پر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا کہ

1۔ میرا طلحہؓ، زبیرؓ اور عثمانؓ کا معاملہ اس آیت کے مصداق تھا۔

ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (سورہ الحج 4/14)

"ہم نے ان کے سینوں سے ہر قسم کے رشک و حسد کو دور کر دیا اب وہ بھائی بھائی ہیں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھتے ہیں" (سیدنا عثمان بن عفان صفحہ 12)

2۔ ایک دوسرے موقعہ پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔

من تبرا من دین عثمان فقد تبرا من الایمان

"جس نے عثمان کے دین سے روگردانی کی وہ ایمان سے خارج ہوا" (بحوالہ صدر)

3۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک خوبصورت لڑکے کو حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے دیکھا تو ان سے کہا۔

"خدا تمہیں اس لڑکے سے محفوظ رکھے جو تمہارے پاس بیٹھا ہے"

حضرت علیؓ نے کہا

"یہ میرا بیٹا عثمان ہے میں نے اسی کا نام حضرت عثمان کے نام پر رکھا ہے۔ میں نے بچوں کے نام حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ کے نام پر بھی رکھے ہیں جب کہ حضور ﷺ کے نام پر بھی حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ کا نام حضور ﷺ نے رکھا ہے۔ (الموفقتہ بین اہل البیت والصحابہ)

آپ کے ایک صاحبزادے کا نام حضرت صدیق اکبرؓ کے نام پر ابوبکر تھا یہ نامزدگیاں خلفاء راشدین کی باہمی محبت و یگانگت کا عملی ثبوت ہیں۔

حسن استغناء

اس میں کوئی شک نہیں کہ دشمنان نے اسلام کے خلاف کئی سازشیں کیں قسم قسم کے زہر پھیلائے اور مختلف لبادے اوڑھ کر مختلف محاذوں پر نمودار ہوئے۔ اسلام کے اندر رہ کر اور دائرہ اسلام سے باہر رہ کر اسلام کی بیخ کنی کی۔ اور مخالفت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کے لئے ہا بکدستی سے کام کیا۔ اور خود ساختہ بات کو ایسی رنگ آمیزی سے پیش کیا کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز مشکل ہوگئی اور پڑھنے والے اپنے اکابر کے متعلق بدظنی اور بدگمانی کا شکار ہو گئے مگر حقیقت کبھی چھپی نہیں رہتی۔

مخالفین کے طعن و تشنیع سے خلفائے راشدین سے کوئی نہ بچا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف یہ پراپگنڈہ شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے کہ حضرت عثمانؓ اقرباء پروری کرتے تھے۔ اس کی تردید حضرت عثمانؓ نے خود اپنی زبان مبارک سے عین حیات میں بالفاظ ذیل کر دی کہ "اہل خاندان کے ساتھ میری محبت نے مجھے ظلم و جور پر مائل نہیں بلکہ میں ان کے حقوق ادا کرتا ہوں"

(۲) میں نے جو اپنے اقارب کو دیا ہے اپنے مال سے دیا ہے مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی اور کے لئے نہ ہی اس میں سے اپنا گزارہ تک لیتا ہوں۔ میں کھانا بھی اپنے مال میں سے کھاتا ہوں"

(طبری جلد 3 صفحہ 385)

آمدورفت

حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت نبی کریم ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی اور وہ ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا بھی بڑا ادب و احترام کرتے تھے جس کا ذکر حاکم نیشاپوری نے یوں کیا ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس آئے یہ ذکر کیا کہ آپ رسول خدا ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری ہیں۔ اور اللہ کی قسم! میرے نزدیک بھی نبی کریم ﷺ کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں" (کنز العمال جلد ۷، صفحہ ۱۱۱ طبع قدیم والمستدرک الحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۵)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کی بڑی عزت تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کوشش کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کا رشتہ طلب کرنے پر آمادہ کیا اور کامیابی کے بعد بوقت نکاح گواہ بنے یہاں تک کہ آپ بروایت حضرت امام زین العابدین اور امام محمد باقرؒ، حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے وقت نماز جنازہ میں شریک ہوئے جس سے ان کے خوشگوار خاندانی روابط و مراسم عیاں

ہیں۔

مزاح و بے تکلفی

یہ ان ہی خوشگوار تعلقات کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے ۱۲ھ میں مسماۃ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل کے ساتھ شادی کی اور دعوت ولیمہ میں دیگر دوست احباب کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی مدعو کیا جو شریک ولیمہ ہوئے اور خورد ونوش سے فارغ ہونے کے بعد از راہ مزاح و بے تکلفی۔

"حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ عاتکہ (یعنی آپ کی اہلیہ) سے کلام و تکلم کی اجازت ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت علی نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے (جو اس نے اپنے سابقہ خاوند عبداللہ بن ابی بکر کی وفات پر از راہ غم کہے تھے) ان کے پہلے شعر کا مطلب تھا کہ اے زوج! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ "میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا" تو عاتکہ اس یاددہانی پر رونے لگی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو حضرت علی المرتضیٰؓ سے کہا اے ابوالحسن عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں)
(کتاب نسب قریش مصعب زبیری جلد ۱ صفحہ ۳۶۵ وغیرہ)

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دل میں کسی قسم کا کوئی انقباض نہ تھا ایک دوسرے کے ہاں ان کا شادی غمی میں آنا جانا تھا۔

حسن یقین

جنگ جمل کے وقتی سانحہ کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دل میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا ویسا ہی ادب و احترام رہا جیسا کہ ان کے والد محترم حضرت صدیق اکبرؓ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ

۱۔ شریح نے حضرت عائشہؓ سے مسح خفین کا مسئلہ دریافت کیا انہوں نے فرمایا علی المرتضیٰؓ سے جا کر پوچھئے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ وہ سفر کیا کرتے تھے اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے یہی مسئلہ علی المرتضیٰؓ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے دن رات موزوں سمیت مسح کرنا درست ہے اور مقیم (گھر میں رہنے والے) کے لئے ایک دن رات صحیح ہے

(2) کنز العمال میں دوسرا واقعہ یوں درج ہے کہ

حضرت علی المرتضیٰؓ نے عاشورہ کے روزہ کا ذکر فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا یہ حکم کس نے بیان کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ علی المرتضیٰؓ نے اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ وہ سنت نبوی

...بہتر جاننے والے ہیں۔ (کنز العمال جلد 4 صفحہ ۲۴۳)

...وں میں سے ... کرتے ہیں کہ خاندان صدیق اکبر اور خانوادہ مرتضوی میں مستقل طور پر کوئی
...مسلہ ... تھی بلکہ بڑا ادب و احترام تھا۔ مخالفین اس طرح ایک دوسرے کی فضیلت و فوقیت
...نہیں کرتے تھے۔ نہ کوئی مخالفین پر اتنا اعتبار کرتا ہے۔

...تعبیر خواب

...حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے خاندانی روابط و مراسم اتنے خوشگوار تھے کہ
...اپنے خواب کی تعبیر حضرت علیؓ کی اہلیہ اسماء بنت عمیسؓ سے دریافت کرتے تھے مسند امام احمد
اور مسند حمیدی میں اس کی تفصیل یوں درج ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم ﷺ کا ذکر خیر فرمایا پھر ابو بکر صدیقؓ کا ذکر کیا اس کے بعد کہنے لگے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری موت قریب آگئی ہے وہ اس طرح کہ ایک سرخ مرغے نے میرے پیٹ میں دو تین بار اپنی چونچ کے ٹھونگے لگائے ہیں۔ اس خواب کو میں نے اسما بنت عمیس (اہلیہ حضرت علی المرتضیٰ) کے پاس بیان کیا۔ اسماء بنت عمیس نے کہا کہ عجم کا ایک آدمی تجھ کو قتل کر دے گا روایت کنندہ کہتا ہے کہ عمر فاروقؓ نے جمعہ کو یہ خطبہ دیا اور چہار شنبہ یعنی بدھ کو اس پر یہ مصیبت آئی" (مسند امام احمد جلد اول صفحہ 15 مطبوعہ مصر)

تردید تقیہ

جو لوگ علی المرتضیٰ کو شیخینؓ کے خلاف اکساتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں دشمن اسلام گردانتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ کے والد ابو سفیان نے حضرت علیؓ کو عار دلاتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تو حضرت علیؓ برہم ہوئے اور بگڑ کر فرمایا۔
"اے ابو سفیان! تم اسلام اور مسلمانوں کے پرانے دشمن ہو تم ایسی باتوں سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ہم نے ابو بکر کو خلافت کا اہل پایا ہے۔ (ابن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۹)
ایک دوسرے موقعہ پر جب ابو سفیان نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ سے خلافت ابو بکر تسلیم کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔
"اگر ہم ابو بکرؓ کو اہل نہ سمجھتے تو خلیفہ نہ بناتے۔ اے ابو سفیان مسلمان آپس میں خیر خواہ اور محبت و ...
...اذیت

مددگار ہوتے ہیں اگرچہ ان کے جسم اور وطن دور دور ہوں۔ اور منافق ایک ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے کو فریب دیتے ہیں۔ اگر ہم ظاہر میں ابوبکر سے بیعت کرلیں اور دل سے ناپسند کریں تو یہ اسلام کی اور مسلمان قوم کی خصوصیات کے بالکل منافی ہے یہ تو کھلا ہوا نفاق ہے۔

(موافقتہ بین اہلبیت والصحابہ از علامہ زمخشری)

ان ارشادات علی المرتضیٰ سے مندرجہ ذیل اتہام کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے کہ۔

1۔ حضرت علی المرتضیٰ نے ڈر اور خوف کے مارے شیخین کی بیعت کی۔

2۔ حضرت علی المرتضیٰ از راہ تقیہ عمر بھر شیخین کے پیچھے پنجگانہ نماز پڑھتے رہے اور ان سے وفاداری برتتے رہے۔

ان ارشادات عالیہ سے تو یہ حقیقت خود بخود ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علیؓ اور شیخینؓ کے مابین جملہ تعلقات و معاملات میں یک رنگی ہم آہنگی خلوص اور باہمی اعتماد و احترام موجود تھا اور ان کو دوسرا رنگ دینے والے خود زمرہ منافقین سے تعلق رکھتے ہیں۔

اثرات اتفاق و اختلاف

۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ دیکھو! جب گزشتہ امتوں کی آرا افکار اور خواہشات میں اتحاد و اتفاق اور اعتدال تھا تو ہاتھ ایک دوسرے کے ساتھ اور تلواریں ایک دوسرے کی مددگار تھیں۔ نگاہیں گہری اور ارادے یک جا تھے تو کیا وہ لوگ اطراف زمین کے مالک نہ تھے؟ پھر جب ان میں اختلاف واقع ہوا۔ الفت ختم ہو گئی دلوں اور کلمے میں اتفاق نہ رہا تو وہ فرقہ فرقہ ہو گئے اور آپس میں لڑ لڑ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ اللہ نے اپنی دی ہوئی عزت کا لباس چھین لیا۔ اپنی نعمتوں کی فراوانی روک لی۔ ان کی کہانیاں اور واقعات تم میں اس لئے باقی ہیں کہ تم میں عبرت حاصل کرنے والے ان سے سبق حاصل کریں۔ (نہج البلاغہ صفحہ 294) (شکریہ! صدیقی ٹرسٹ)

پراسرار فطرت

(سر فرانسس ینگ ہسبنڈ۔ ڈاکٹر آف سائنس)

"میری رائے میں حسین ترین چیز وہ ہے جو پراسرار ہو۔ سائنس اور سچے آرٹ کا ماخذ یہی ہے۔ جو شخص ذوق تماشا سے محروم ہو۔ جو بار بار رک کر اظہار حیرت نہ کرے اور فطرت کی لا محدودیت سے مرعوب نہ ہو۔ وہ مردہ ہے۔ اور اس کی آنکھیں بند ہیں" (آئن سٹائن)

آج سے چند سال پہلے مجھے تبت میں سطح سمندر سے پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر سردیاں گزارنے کا اتفاق ہوا۔ سامنے ہمالہ کی سر اونچی چوٹیاں تھیں۔ اور ادھر ادھر گہرے کھڈ۔ برفانی ہوائیں مسلسل چل رہی تھیں۔ کہیں کوئی سبز پتہ نظر نہیں آتا تھا۔ انسانی بستیوں کے سوا کہیں اور زندگی نہیں تھی۔ ہر چار سو بر ددت۔ یبوست اور ویرانی۔

پھر جب موسم تبدیل ہوا۔ دن لمبے ہو گئے۔ ہوا میں حرارت آ گئی۔ برف پگھلنے لگی اور چشمے ابل پڑے۔ تو ننگ دھڑنگ درختوں کے ساتھ پتے لگ گئے۔ پہاڑوں کے دامن بے شمار اودے۔ نیلے اور پیلے پھولوں سے بھر گئے۔ اور فطرت حسن و جمال کی انتہا کو پہنچ گئی۔ اب جو شخص ان حسین مناظر میں کھڑے ہو کر ان تمام تاثرات کو ذہن کے دامن میں سمیٹنے کے لئے آمادہ ہو جائے جن کا سرچشمہ یہ دشت و جبل ہیں۔ تو اسے ایک پراسرار عظمت کا احساس ہو گا۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک مہیب طاقت کے حضور میں پائے گا۔ بعض لوگ ان بلند پہاڑوں کے دامن میں کھڑے ہو کر اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ باشعور اور باخرد انسان کے سامنے مٹی کے ایک ڈھیر کی حیثیت ہی کیا ہے۔ بعض دیگر انہیں غیر مری طاقت کا مظہر جلال سمجھ کر کانپ اٹھتے ہیں۔ اور ان کا ذہن اس احساس سے چھلکنے لگتا ہے کہ اس کائنات میں بعض چیزیں کتنی حسین عظیم اور پاکیزہ ہیں۔

اگر ہم رات کے وقت تاروں بھرے آسمان پر نظر ڈالیں تو نظر اس کی پہنائیوں گہرائیوں اور لا انتہائیوں میں کھو جائے گی۔ اور ہم یوں محسوس کریں گے گویا ہم اس بے کراں کائنات کا ایک حصہ ہیں اور کائنات کی روح ہم سے ہم کلام ہے۔ ہم کلامی کا یہ احساس سرور پیدا کرتا ہے اور سرور وجد

میں بدل جاتا ہے۔ پھر جب ہماری نگاہ ان چھوٹے چھوٹے نازک پھولوں پہ پڑتی ہے جنہوں نے
تبت کی وادیوں کو رنگین بنا رکھا ہے تو خیال آتا ہے کہ اس مہیب ماحول کے پہلو سے یہ دلربا
متبسم نظارے کیسے پھوٹ نکلے؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اردگرد کوئی تخلیقی قوت ہر
مصروف کار ہے۔ اور ہمارے قدم بے ساختہ اس کی طرف اٹھ رہے ہیں۔ جوں جوں ہم اس کے
قریب جاتے ہیں ہماری مسرت و عظمت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اگر ہم سائنس سے پوچھیں کہ کالے بھجنگ پہاڑوں کے دامن سے یہ دلفریب پھول کیسے
پھوٹ نکلے۔ تو جواب ملے گا کہ کوئی توانائی مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے۔ یہ پھول یہ چٹانیں یہ
توانائی ہی کی شکلیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتاتی کہ لطیف بے وزن اور غیرمادی توانائی سے ٹھوس پہاڑ
سیال پانی اور رنگین پھول کیسے بن گئے۔ سائنس یہ بھی کہتی ہے کہ یہ زمین سورج سے نکلی تھی۔ یہ
چٹانیں اور یہ ننھے ننھے پھول کس وقت بھڑکتے ہوئے سورج میں موجود تھے۔ سطح پر آفتاب کی درجہ
حرارت چھ ہزار سینٹی گریڈ ہے اور مرکز میں پانچ کروڑ سینٹی گریڈ۔ اس کھولتے ہوئے جہنم سے
پھولوں کے خلئے کیسے برآمد ہوئے؟ ہنوز ایک راز ہے۔

رات کے وقت آسمان پر نظر ڈالئے۔ آپ کو کروڑوں ستارے نظر آئیں گے۔ بعض بڑے
اور بعض اتنے چھوٹے جیسے سمندری جھاگ کے ذرات۔ یہ سب ہماری بے کراں کہکشاں میں
شامل ہیں۔ اس طرح کی لاکھوں کہکشائیں دریافت ہو چکی ہیں۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔
ہماری کہکشاں کی جلوہ گاہوں سے لاتعداد آفتاب نکلے تھے۔ جن میں سے ایک ہماری زمین پر چمک رہا
ہے۔ باقی کہاں گئے ہیں۔ اس میں کچھ معلوم نہیں۔ ہمارا علم از حد ناقص ہے اور اس کی وجہ یہ ہے
کہ ہمیں جو کچھ نظر آرہا ہے وہ اس بے پایاں کائنات کی ایک باریک سی کسر ہے۔ ظاہر ہے کہ جزوی
مشاہدہ سے اخذ کردہ علم ناقص ہی ہوگا۔

خلا میں ستاروں کی تعداد کیا ہے اور وہ ہم سے کتنے دور ہیں؟ ان سوالات کا جواب آج تک معلوم
نہیں ہو سکا۔ کیونکہ یہ کائنات اتنی وسیع ہے اور تاروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہم سوچیں بھی تو
دماغ چکرانے لگتا ہے۔ دامن کوہسار کا ننھا سا پھول اسی کائنات کا ایک جزو ہے۔

پھول اور آفتاب کی حقیقت ایک ہے۔ سب ایٹم سے بنے ہیں اور ایٹم توانائی کی تبدیل شدہ
صورت ہے۔ فرش سے عرش تک تمام موجودات پر ایک ہی قسم کے قوانین لاگو ہوتے ہیں۔

جس طرح ایک پودا زمین، ہوا، پانی اور سورج کی روشنی سے ذرات لے کر انہیں زندہ خلیوں

میں بدلتا اور اپنے وجود کا جزو بنالیتا ہے۔ اسی طرح کائنات نے زمین، فضا اور روشنی سے کچھ ذرات لئے اور ان سے وہ واحد الخلیہ امیبا تیار کیا۔ جس سے اس بوقلموں تنوع اور شاخ در شاخ زندگی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

علمائے حیات کہتے ہیں کہ آج سے تقریباً" دو ارب سال پہلے سورج کے قریب سے ایک بھاری ستارہ گزرا۔ جس کی زبردست کشش سے سورج کا ایک حصہ کٹ کر کئی حصوں میں بٹ گیا۔ ان میں سے ایک کا نام زمین ہے۔ خیال تو یہ تھا کہ ٹھنڈی ہونے کے بعد زمین بجھے ہوئے کوئلے کی طرح مردہ بن جائے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ بلکہ یہ نہایت حسین، رومانی اور حیرت انگیز تبدیلیوں سے دوچار ہوئی۔ اس کی فضا نم آلود تھی اور آبی بخارات سے پر۔ یہ کہاں سے آگئے تھے؟ کوئی نہیں جانتا۔ یہ پانی بن کر زمین پر برس پڑے اور سمندر تیار ہو گیا۔ اندرونی سٹیم سے زمین جگہ جگہ سے پھٹ گئی۔ اور وادیاں بن گئیں۔ وادیوں پر دریا بہنے لگے۔ تقریباً" ایک ارب سال بعد سمندر کے ساحل پر جہاں ہوا، سورج اور پانی موجود تھا۔ جہاں پانی کے نمکیات سے کاربن، آکسیجن اور نائٹروجن کی آمیزش ہو رہی تھی۔ اور جہاں سورج کی روشنی مسلسل پڑ رہی تھی۔ امیبا کی صورت میں پہلا ذی حیات نمودار ہوا اور یوں راز حیات سے حجاب اٹھ گیا۔

پہلے دو تین کروڑ سال تک زندگی واحد الخلیہ امیبا کا نام تھی۔ اور صرف سمندروں میں پائی جاتی تھی۔ بعد ازاں یہ خلئے ایک سے دو اور دو سے چار بننے لگے۔ کیسے؟ یہ تقسیم خلیوں کی اپنی مرضی سے ہوئی تھی؟ کیا انہیں کیچوے، سانپ اور مینڈک سے مچھلی بننے کا نسخہ معلوم تھا۔ اگر تھا تو پھر یہ نسخہ ہمیں کیوں معلوم نہیں؟ جب کہ ہماری ترکیب بھی انہی خلیوں سے ہوئی ہے۔ چھ سات کروڑ سال کے بعد حیات خشکی کی طرف بڑھی۔ پہلے گھاس پھر پھول اور بعد ازاں درخت بنے۔ درختوں پر پرندے آگئے اور جنگل ہزارہا قسم کے جانوروں سے بھر گئے۔ یہ سب کچھ ارتقاء کے طویل عمل کا نتیجہ تھا۔ ساتھ ہی بقائے اصلح (Survival of the fittest) کا قانون بھی محو عمل رہا۔ اور جو جانور ماحول کا ساتھ نہ دے سکے۔ وہ ختم ہوتے گئے۔

نظریہ ارتقاء کے مطالعہ سے ذہن میں کچھ سوالات ابھرتے ہیں۔ مثلاً"

1۔ کیا یہ کروڑوں ذی حیات (نباتات، حیوانات حشرات، طیور وغیرہ) ایک خلیہ والے امیبا کی اولاد ہیں؟

2۔ اس نے ایک نوع کے بعد دوسری نوع مثلاً" کبوتر کے بعد عقاب بنانے کا طریقہ کسی سے

سیکھا تھا؟ اسے عقاب کی وضع قطع۔ عادات اور خصوصیات کا تصور کیسے آیا تھا۔ اور اس تصور کو عملی صورت دینے کے لئے مواد و آلات کہاں سے لئے تھے؟

3۔ حیات کا ظہور صرف زمین میں کیوں ہوا؟ زمین سے لاکھوں گنا بڑے سیارے اس سے کیوں محروم رہے؟

4۔ ایک غیر مرئی باریک خلئے کو مکھی، مچھر، بچھو اور سانپ بننے کی ضرورت پیش آئی؟ اس نے شیر اور چیتے کی ہیئت کیوں نہ اختیار کی؟

5۔ شیر کا بچہ شیر کیوں بنا۔ شیرنی کے بطن سے گیدڑ کیوں نہ نکلا؟ اور ہر مقام پر ہر بات کیوں صحیح ہو رہی ہے؟

جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ہماری یہ زمین کھولتے ہوئے سورج سے نکلی تھی تو ان بے پناہ تبدیلیوں پر حیرت آتی ہے جن کی آخری کڑی دامن کوہ کا ننھا سا رنگین پھول تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی غیر مرئی طاقت (اللہ سبحانہ) نے ناچتے ہوئے شعلوں کو رام کر کے مسکراتے ہوئے پھولوں میں بدل دیا۔

ایتھر (اثیر) زمین پر بہت مہربان ہے۔ اس کی معرفت ہم تک سورج کی روشنی انفرارڈ' الٹراوائلٹ اور کاسمک شعاعیں پہنچ رہی ہیں۔ کچھ اور اثرات بھی ہیں جو ستاروں کی دنیا سے ہم تک آرہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا زمین کے یہ بے شمار ذی حیات انہی اثرات کا کرشمہ ہیں؟ یا یہ سب کچھ محض اتفاق ہے؟ اگر محض اتفاق ہے۔ تو اتفاقات اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی' اس لئے۔

Theremusthavebeentheintellgencetoknowthe
goodchancesfromthebadandthepowertoseize
uponitwhenitoccurred.

(ایک ایسا ذہن فرض کرنا پڑے گا۔ جو اچھے اور برے اتفاقات کا پہچاننے اور ان سے بروقت فائدہ اٹھانے کی اہلیت رکھتا ہو)

وہ ابتدائی امیبا جو حیات کا نقطہ آغاز تھا۔ ساخت کے لحاظ سے فطرت کا ایک عظیم شاہکار تھا۔ اس کے نشوونما کے لئے ایک خاص درجہ حرارت' نم اور فضا درکار تھی۔ جو مہیا کی گئی۔ سلسلہ حیات کو چلانے کے لئے ان کروڑوں برقپاروں کو' جو روشنی کی رفتار سے (ایک لاکھ چھیاسی ہزار

ملی ثی سیکنڈ) گردش کر رہے تھے' ایک خاص ترتیب میں رکھنا تھا۔ اور اس انتہائی پیچیدہ فرض کو ایک ہمہ دان دماغ ہی سرانجام دے سکتا تھا۔ جب ہم اس دماغ کے مہیب علم۔ حیرت انگیز دانش اور لازوال صناعی پر غور کرتے ہیں تو ہمارا سرنیاز جھک جاتا ہے۔ اور جبیں سجدوں کے لئے بے تاب ہو جاتی ہے۔ سورج کے شعلوں کا امیبا بن جانا اور امیبا کا پھول کی ہیئت اختیار کر لینا تخلیق کا بہت بڑا اعجاز ہے۔

پھول کا پودا بیج سے نکلتا ہے۔ بیج میں پودے کا پلان اور نقشہ اسی طرح موجود ہوتا ہے جیسے علماء کے پاس کسی عمارت کا نقشہ ہو۔ جس طرح معمار ہر اینٹ اس نقشے کے مطابق رکھتا ہے۔ اسی طرح کوئی غیر مرئی ہاتھ کائنات کی اینٹوں یعنی خلیوں کو پلان کے مطابق ترتیب دیتا ہے۔ خود خلئے اتنے دانشمند نہیں ہیں۔ کہ کہیں سے ترتیب۔ نزاکت۔ رنگ اور خوشبو مانگ کر از خود گلاب کا پھول بن جائیں۔ بیج میں پھول کا پلان اسی طرح نہاں ہوتا ہے جیسے کون و مکان میں خالق کائنات کا ارادہ۔

عصر رواں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا زمانہ ہے۔ جب کوئی شخص کئی سو یا کئی ہزار میل دور بیٹھ کر بولتا ہے تو ایتھر میں لرزشیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ ہم تک پہنچ کر آواز اور تصویر میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ہم یہ باتیں سن کر کبھی ہنستے اور کبھی رو دیتے ہیں۔ ایتھر ایک غیر مادی واسطہ (میڈیم) ہے۔ لیکن آنسو جو اس کے اثر سے بہہ نکلتے ہیں مادی ہیں۔ اگر ہم کائنات پر ایک درس گیر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ اس مادی کائنات پر غیر مادی اثرات کی حکومت ہے۔ سیب کو دیکھئے کہ وہ درخت سے کٹ کر نہ اوپر جاتا ہے نہ دائیں' بائیں۔ بلکہ ایک غیر مادی اثر (کشش ارضی) کی وجہ سے زمین کی طرف آتا ہے۔

And among these invisible influences may-indeed must-be the working of intelligence and will.

(ان غیر مرئی اثرات میں شاید۔ بلکہ یقیناً" ایک غیر مرئی ذہانت اور ارادے کا عمل بھی شامل ہے)

یہ ذہانت زمین کے ظہور سے مدتوں پہلے مصروف عمل تھی اور اس کا ماخذ شاید کوئی ایک آفاقی ہستی ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ انگلینڈ کیا ہے؟ تو جواب میں یہی کہنا پڑے گا کہ یہ ان تمام میدانوں' پہاڑوں' دریاؤں اور انسانوں کا نام ہے جو انگلینڈ میں پائے جاتے ہیں۔ اہل انگلستان کے افکار' جذبات اور احساسات کی نمائندگی صرف ایک فرد کرتا ہے۔ یعنی ان کا بادشاہ اسی طرح کائنات کی

ذہانت کا مظہر خالق اکبر کی ذات مقدس ہے جو لا شریک ولا زوال ہے۔

ہم سائنس سے پوچھتے ہیں کہ کیا کائنات میں دانش اعلیٰ کا تصور ایک غیر سائنسی فریب ہے؟ ڈھکوسلا" نہیں۔ جب سائنس ہی ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ وادی تبت کا ننھا سا رنگین پھول کسی وقت بھڑکتے ہوئے سورج کا ایک جزو تھا تو اسے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ شعلے سے پھول تک کا طویل سفر کسی راہنما کی نگرانی ہی میں طے ہوا ہو گا۔ ورنہ ایک شعلے میں اتنی دانش کہاں کہ وہ ہزاروں انقلابات سے گزر کر از خود پھول کی ہیئت اختیار کرے۔ دانش جوں جوں آگے بڑھتی ہے یہ سوال بھی اہمیت اختیار کرتا جاتا ہے کہ پس حجاب کون ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟

میں جب سکول میں پڑھتا تھا تو میرا خیال یہ تھا کہ ہمارا سائنس ٹیچر سب کچھ جانتا ہے اور ہماری نصابی کتب میں سب کچھ درج ہے۔ لیکن بعد میں جب میری معلومات میں ترقی ہوئی تو پتہ چلا کہ سائنس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ پرانے نظریات بدل رہے ہیں اور نئے نئے حقائق سامنے آ رہے ہیں۔ پہلے ایٹم کو ناقابل تقسیم سمجھا جاتا تھا اور اب تجربہ گاہوں میں اسے توڑا جا رہا ہے۔ آئن شٹائن کے نظریہ اضافیت نے زماں و مکاں کا تصور ہی بدل دیا ہے۔ طبیعات کے درجنوں شعبے بن چکے ہیں اور ہر شعبے کی کئی شاخیں نکل آئی ہیں۔ کائناتی حقائق اور انسانی تلاش دونوں کی انتہا نظر نہیں آتی۔ ہم جب ایک منزل سر کر چکتے ہیں تو ایک اور سامنے آ جاتی ہے۔ زندگی ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کو ناپنا ممکن نہیں۔ یہ ایک ایسا راز ہے جس سے پردہ اٹھانا ہمارے بس کی بات نہیں بایں ہمہ ہم کوشش کر رہے ہیں اور جوں جوں حیات کے باطن میں اترتے ہیں۔ ہماری سرمستی بڑھتی جاتی ہے۔

So on and on we shall go, laymen and Scientists alike,
and shall never stop because the lure is to great.

(ہم سب سائنس دان ہوں یا عوام، چلتے ہی جائیں گے اور رکیں گے نہیں۔ کیونکہ منزل بہت پرکشش ہے)

ازدون

نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشا (نور - 35)

(اللہ نور در نور ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنی جلوہ گاہ کی راہ دکھاتا ہے)

سر جلال الدین لاڈر برنٹن (انگلستان)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

سر جلال الدین لاڈر برنٹن آکسفورڈ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ وہ انگلستان کے ایک ممتاز جاگیردار گھرانے سے تعلق رکھتے اور زبردست عزت و افتخار اور نیک نامی کے حامل تھے۔

قبول اسلام کی وجوہات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر ادا کرتا ہوں۔ آج میرا دل مسرت و انبساط کے ایسے جذبات سے بھرپور ہے جنہیں میں بیان کرنے پر اپنے آپ کو قادر نہیں پاتا۔

میرے والدین عیسائی تھے وہ مجھے ابتدا ہی سے پادری بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں نے عیسائیت کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور فارغ ہونے کے بعد چرچ آف انگلینڈ سے وابستہ ہو گیا' لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کام میں' میں کبھی گہری دلچسپی نہ لے سکا' کچھ عرصہ گذرنے کے بعد مجھے جس عقیدے نے سخت پریشان کرنا شروع کیا وہ انسان کے ازلی گنہگار ہونے کا عقیدہ تھا۔ پھر اس پر یہ تصور کہ معدودے چند افراد کے سوا باقی ساری مخلوق دائمی عذاب سے دوچار ہو گی۔ یہ نظریات اتنے مکروہ تھے اور مجھے ان سے اتنی گھن آتی تھی کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد میں تقریباً" بے دین ہو گیا۔ مذہب کا سارا ڈھانچہ میری نظروں میں مشکوک ہو گیا۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ انسان خدا کا شاہکار ہے۔ یہ ساری مخلوقات پر برتری رکھتا ہے' پھر اسے ازلی گنہگار قرار دینا اور ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ٹھہرانا کہاں کی دانش مندی ہے۔ یہ تصور تو براہ راست خالق کائنات پر اتہام کی حیثیت رکھتا ہے اور اس آئینے میں تو اس کی تصویر کچھ ایسی پسندیدہ نہیں ہے۔ میں اگرچہ اب بھی موہوم انداز میں خدا پر یقین رکھتا تھا' مگر خدا تعالیٰ کی کنہ تک پہنچنے کے لئے میں نے دوسرے مذاہب کا مطالعہ شروع کیا۔ اسلام کے مطالعے کی ابتدا ہی سے یہ راز مجھ پر کھل گیا کہ یہ مذہب انسانی فطرت کے قریب

ہے۔
صور ایک غیر سائنسی فریب ہے؟
کا ننھا سا رنگین پھول کسی وقت
گا کہ شعلے سے پھول تک کا طویل
ں اتنی دانش کہاں کہ وہ ہزاروں
ں جوں آگے بڑھتی ہے یہ سوال
ہے؟
ٹیچر سب کچھ جانتا ہے اور ہماری
ومات میں ترقی ہوئی تو پتہ چلا کہ
یں اور نئے نئے حقائق سامنے آ
ں میں اسے توڑا جا رہا ہے۔ آئن
بیعات کے درجنوں شعبے بن چکے
ی تلاش دونوں کی انتہا نظر نہیں
ہے۔ زندگی ایک ایسا سمندر ہے
دہ اٹھانا ہمارے بس کی بات نہیں
ں اترتے ہیں۔ ہماری سرمستی

Soona

ar

رکیں گے نہیں۔ کیونکہ منزل

ہے)

ہے، شکوک و شبہات کی گرہیں کھلتی چلی گئیں اور میرے اندر سچے خدا کی عبادت اور خدمت
جذبہ پیدا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا کہ عیسائیت کے سارے عقائد کی بنیاد بائبل کی تعلیمات پر ا
بتائی جاتی ہے مگر ان میں تو زبردست تضاد پایا جاتا ہے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بائبل کا گہرا
مطالعہ جاری رکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ واقعی یہ کتاب تغیر و ترمیم سے محفوظ نہیں ہے اور اس
بہت سے لوگوں کے خود ساختہ عقائد راہ پا گئے ہیں۔

اسلام کے مطالعے نے مجھے بتایا کہ انسان میں "روح" نام کی ایک غیر مرئی قوت ہوتی ہے
کبھی نہیں مرتی۔ گناہوں کی سزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی اور اگر انسان خلوص
دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی ساری رحیمی و کریمی کے ساتھ گناہوں کو معاف کرنے کے لئے
وقت آمادہ رہتا ہے۔

اب میں نے اپنا تمام وقت صرف اسلام کے مطالعے کے وقف کر دیا اور اس نے مجھے مایوس
نہیں کیا۔ تلاش حق کے لئے میں نے جو مطالعہ اور غور و فکر کیا وہ رائیگاں نہیں گیا اور میں نے اپنے
اندر اس دین کے لئے بے پناہ کشش محسوس کی، یہی کشش مجھے برصغیر کے ایک شہر لاہور میں لے
گئی۔ یہاں میں نے ایک نواحی بستی اچھرہ میں قیام کیا جہاں کی بیشتر آبادی اسلام کے ماننے والوں پر
مشتمل تھی۔ میرے شب و روز انہیں لوگوں کے درمیان گزرتے تھے جو جفاکش اور سادہ دل
ہوتے تھے اور غریبی و افلاس کے باوجود صابر و قانع اور خوش و خرم تھے۔ میں نے ان سے اسلام
عملی سبق لیا۔ دین داری اور بھائی چارے کا احساس یہاں کے سارے ماحول پر حاوی تھا۔ میں
ان لوگوں کے ساتھ بذات خود خون پسینہ ایک کیا اور خاصے عرصے تک ان کے ساتھ رہ کر ان
عادات اور عقائد کا بغور مشاہدہ کیا۔

اب تک میں پیغمبر اسلام محمد ﷺ کی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ مجھے معلوم
کہ عیسائی رسول عربی ﷺ کی شدید مخالفت اور نکتہ چین ہیں، بہر حال میں نے اس طرف توجہ
اور محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا اور بہت جلد محسوس کر لیا کہ آپ حق و صداقت

روشن مینار ہیں اور خدا تک آپ کو مکمل رسائی حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ انسانیت پر اس بشر کامل کے اتنے احسانات ہیں کہ ان کے خلاف بغض کا اظہار کرنا ظلم عظیم ہے۔ وہ لوگ جو وحشی تھے' بتوں کی پوجا کرتے تھے' جرم و گناہ اور بے حیائی میں سر تا سر ڈوبے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عزت نفس' وقار' احترام انسانیت اور پاکیزگی کا درس دیا اور ان ساری صفات کے ساتھ خدائے واحد کے حضور میں لا کھڑا کیا۔ اعلیٰ انسانی قدروں نے فروغ پایا۔ شراب نوشی کا قلع قمع ہو گیا اور اسلامی معاشرہ پاکیزگی اور تقدس کی اس سطح تک جا پہنچا کہ تاریخ میں کہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں نے سوچا ان عدیم النظیر کارناموں کے علاوہ پیغمبر اسلام کی اپنی ذات جس قدر بے عیب اور منزہ تھی اس کی موجودگی میں ان پر عیسائیوں کی خردہ گیری بدترین شقاوت اور سیاہ قلبی کے سوا کچھ نہیں۔ عیسائیت کے خلاف میری بغاوت لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھی اور میں اکثر غور و فکر کی حالت میں رہتا کہ ایک دن ایک مسلمان میاں امیر الدین سے میری ملاقات ہوئی۔ اسلام کے موضوع پر ان سے باتیں ہوئیں۔ میں نے بہت سے سوال کر ڈالے اور میاں صاحب نے ہر بات کا نپے تلے انداز میں جواب دیا۔ مجھے کامل اطمینان اور یکسوئی حاصل ہو گئی۔ میاں امیر الدین نے میری انگاری کو شعلے میں تبدیل کر دیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی دین حق اور مکمل ضابطہ زندگی ہے تو میں نے ایک روز اس کے حلقہ بگوش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ بحمد اللہ اب میں مسلمان ہوں اور اسلام کی روحانی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں۔ میں نے عزم کر لیا ہے کہ ان نعمتوں سے دوسری انسانیت کو بھی فیضیاب کروں گا۔ (انشاء اللہ)

حضرت سلمان فارسیؓ

(بسر خواجہ سلمان و قاسم)

(غلام ر...

آپ کو انتساب علم باطن میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آپ جوانی کے ...
ہی دین حق کی تلاش میں یہود و نصاریٰ اور دوسرے مذاہب کے علما کے پاس آتے جاتے ...
طلب میں جو مصائب اور سختیاں آپ کو پہنچیں آپ نے ان پر صبر کیا یہاں تک کہ اس راز ...
حاصل کرنے میں دس شخصوں کے پاس یکے بعد دیگرے آپ فروخت ہوئے۔ آخر کار ...
للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یہود سے سونا دیکر کر خرید فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ...
رشتہ دار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلمانؓ ہمیں ...
فرما دیجئے آپ نے حضرت سلمانؓ کو ان کے ساتھ جانے کا اختیار دے دیا لیکن حضرت سلمانؓ ...
صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا اور اپنی قوم میں نہ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ...

منا اهل البیت سلمان میرے اہل بیت سے ہے۔

وشهد الله لهم بالتطهير وذهاب الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو پاک کرنے اور ان سے برائیوں کو دور کرنے کی گواہی دی جیسے ...

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے معصیت کو دور رکھے اور تمہیں بالکل پاک ...
صاف اور مطہر کردے۔ حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس فرمان ...
نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلمان منا اهل البیت کا راز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مولی القوم منهم ...
کا غلام بھی قوم میں داخل ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان حضرت سلمانؓ کی طہارت ...
گناہوں سے حفاظت کی شہادت ہے کیونکہ گناہوں سے پاک شخص ہی اہل بیت میں شامل کیا ...
ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے جب یہ شان اہل بیت سے نسبت قائم ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے ...
اہل بیت کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہو گا جو کہ جنت میں ہی ظاہر ہو گا۔

حضرت سلمان فارسی ؓ جنگ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں اور ان اصحاب میں سے ہیں جن کے لئے جنت مشتاق ہے۔

امیرالمومنین سیدنا عمرفاروق ؓ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو مدائن کا حاکم بنایا۔ پانچ ہزار درہم ماہانہ آپ کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا۔ آپ یہ رقم غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے اور خود زنبیل بنا کر اپنا خرچ چلاتے۔ آپ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک کمبل تھا آپ دن بھر اسے استعمال فرماتے اور رات اسے اوڑھ لیتے آپ سارا سال جہاد کرتے اور بکریوں کے بالوں کو صاف کر کے اس کی رسیاں بناتے اور ان کی کھالوں کے تھیلے بناتے۔ اگر جنگ میں کسی کو تھیلے یا رسی کی ضرورت ہوتی تو اسے دے دیتے۔ ایک دن آپ بازار جا رہے تھے ایک شخص بہت سے سیب خرید کر مزدور کی تلاش کر رہا تھا کہ اس سے اٹھوا کر اپنے گھر لے جائے۔ اسی اثناء میں اس نے حضرت سلمان ؓ کو کمبل اوڑھے ہوئے گذرتے دیکھا وہ سمجھا کہ یہ مزدور ہے۔ آپ کو آواز دی کہ یہ سیب اٹھا کر ہمارے گھر پہنچا دو۔ حضرت سلیمان ؓ نے سیب اٹھا لئے اور یہ نہ بتایا کہ میں مدائن کا امیر ہوں۔ تھوڑی دور چلنے پائے تھے کہ کوئی آدمی راستہ میں مل گیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو اچھا رکھے۔ کیا وجہ ہے آپ نے سیب کی گٹھڑی اپنی پشت پر اٹھا رکھی ہے۔ اس وقت وہ شخص سمجھا کہ آپ حضرت سلیمان ؓ ہیں۔ وہ فوراً آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی چاہی آپ نے فرمایا تو نے مجھے گھر تک لے جانے کے لئے ارادہ کیا تھا اب یہ سیب تیرے گھر پہنچاؤں گا اور تسلی دی۔

حضرت سلمان فارسی ؓ نے قبیلہ بنی کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے ان سے آپ کی بہت نسل چلی۔ اب تک آپ کی اولاد سے کچھ لوگ وہاں موجود ہیں جو کہ سب اہل علم اور صاحب کمال ہیں۔

آپ کے وصال کے وقت بہت سے لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کو دیکھا کہ رانوں پر ہاتھ رکھے زار و زار رو رہے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا میرا رونا موت کے خوف سے نہیں اور نہ ہی دنیا کی آرزو ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اگر تو قیامت کے دن مجھے دیکھنا اور مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور اس طرح دنیا سے جانا جس طرح میں جا رہا ہوں فرمایا کہ میں اب دنیا سے جا رہا ہوں اور میرے پاس دنیا کا بہت سا مال اور اسباب موجود ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں آپ ﷺ کی

معیت سے محروم رہوں اور اس وقت آپ کے گھر میں ایک نقارہ' ایک لوٹا' ایک پالان' ایک پ...
ایک کمبل کے سوا کوئی چیز نہ تھی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی عمر شریف دو سو پچاس برس کی تھی۔ 36ھ میں مدائن میں آپ نے وصال فرمایا اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رات میں مدینہ منورہ سے مدائن تشریف لے گئے آپ کو غسل دیکر
مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ

علم باطن میں آپ کی نسبت حضرت سلمان فارسیؓ سے ہے آپ نے اپنے جد بزرگوار کی نعمت بصورت مریدی اور ہدایت آپ ہی سے حاصل فرمائی۔ حضرت امام زین العابدینؒ سے بھی آپ کو صحبت رہی ہے۔ اسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی آپ نے حاصل فرمائی۔ آپ کبار تابعین میں سے تھے اور مکہ کے مشہور فقہا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ امام زمانہ اور یکتائے عصر تھے۔ آپ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے اور ان سے روایات کی ہیں اور بہت سے تابعین نے آپ سے روایات کی ہیں۔ یحیی بن سعیدؒ نے کہا ہے کہ ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ قاسم اس امت کے سات فقہا میں سے تھے۔ محمد بن اسحاقؒ روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے قاسمؒ سے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا۔ آپ نے فرمایا سالم مبارک مرد ہیں۔ آپ کا ارادہ تھا کہ سالم کو سب سے بڑا عالم کہیں مگر یہ اس لئے نہ فرمایا کہ جھوٹ نہ ہو جائے اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں زیادہ عالم ہوں تاکہ نفس میں خودی نہ پیدا ہو۔ حضرت قاسمؒ امام زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ امام موصوف کی والدہ یزدجرد شہریار کی لڑکی تھیں جو ایران کا آخری بادشاہ تھا آپ کے سن وصال میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک معتبر روایت یہ ہے کہ ۱۰۱ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کی عمر ستر یا اسی سال کی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

FALAH-E-ADMIAT

Registerd

CPL No. 491

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

الله

صداقت

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاری" سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔

☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔

☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟

☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔

☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟

☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔

☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔

☆ یوگا' ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت

☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکہ ہوتا ہے؟

☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟